

ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

اُستادِ حدیث دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز، دیوبند، ضلع سہانپور (پٹی)

50/-

24/03/08

16/03/1429

Rs. 20/-

اصلاحی اجتماع ۱۹۹
ترے محبوب کی نثار بننا ہوتا ہے کہ آیا ہوں
حقیقت تو اسے کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

مرزا بیدل ۲۹۳

بانو بیہ اوپر خورشید ۲۱۱۹

قدم بڑھاؤ، ترقی کرو ضرور ولے
رہے رسول کے قدموں پہ سر خدا کے لئے (اکبر)

ڈاڑھی اور انبیاء کی کُشتیں

ناخن تراشنا، بغل کے بال لینا، زیر ناف لینا، مسواک کرنا، ناک کی صفائی کرنا، جسم کے جوڑوں کا دھونا، پانی سے استنجا کرنا، کلی کرنا، ختنہ کرنا، بالوں میں مانگ نکالنا، ڈاڑھی اور مونچھ تراشنے کے متعلق واضح احکامات، مسائل، دلائل، اور فضائل کا مجموعہ، ڈاڑھی پر ہونے والے اعتراضوں کے جوابات بھی شامل کتاب ہیں

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور (یو، پی)

تفصیلات

نام کتاب: ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں
مصنف: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

صفحات: ۱۲۸

کتابت: روشن کمپیوٹرز دیوبند

محله اندرون کوٹلہ برمکان مفتی سعید احمد صاحب
پالن پوری

فون نمبر 22086 (01336)

طباع: ایچ۔ ایس آفسٹ پرنٹرس 714 چاندنی محل دریا گنج نئی دہلی ۲

سول ایجنٹ

مکتبہ وحیدریہ نزد سفید مسجد دیوبند

فہرست مضامین

کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
	● چاروں فقہی مکاتب فکر اور فقہ	۹	● مقدمہ طبع جدید
۲۵	● ظاہری کی تصریحات	۱۰	● مقدمہ طبع اول
۲۸	● شرعی عذر کی وجہ سے ڈاڑھی	۱۰	● بہترین طریقہ زندگی نبوی طریقہ
	منڈانا جائز ہے		زندگی ہے
۲۸	● ڈاڑھی منڈانے والا فاسق ہے اور		● ڈاڑھی کے متعلق مختلف نظریے اور
	فسق کے معنی	۱۱	اعتدال کی راہ
۲۸	● ڈاڑھی سنت انبیا اور تقاضائے	۱۲	● امت مسلمہ کیا سے کیا ہو گئی!
	فطرت ہے	۱۳	● وجہ تصنیف
	● فطرت کے معنی	۱۵	● آغاز کتاب
۳۰	● حدیثا مور فطرت اور اسکی تشریح	۱۵	● ڈاڑھی رکھنا واجب ہے
۳۱	(۱) مونچھ تراشنا	۱۶	● ڈاڑھی ایک شست رکھنا واجب ہے
۳۱	● مونچھ تراشی جائے یا مونڈی	۱۷	● ڈاڑھی کتنی رکھنا مسنون ہے؟
۳۲	● جائے؟ قول فیصل کیا ہے؟	۱۸	● ایک شبہ اور اس کا جواب
۳۲	● دوسرے سے مونچھ کتر وانا	۱۸	● ڈاڑھی کے متعلق احادیث میں چھ
۳۵	● ناک کے بالوں کا حکم		لفظ آئے ہیں۔
۳۵	(۲) ناخن تراشنا	۲۲	● اس شبہ کا جواب کہ بعض کتابوں
	● ناخن تراشنے کا کوئی خاص طریقہ		میں ڈاڑھی رکھنا سنت لکھا ہے
۳۵	● مروی نہیں ہے	۲۳	● ڈاڑھی منڈانا حرام ہے اور اس پر
			اجماع ہے

- کیا؟ کہاں؟ کیا؟ کہاں؟
- تراشیدہ ناخن کیا کرے؟ ۳۶ ● روزہ دار زوال کے بعد بھی مسواک
- (۳) بغل کے بال لینا ۳۶ ● کر سکتا ہے ۴۴
- بغل کے بال مونڈے جائیں یا ۴۵ ● مسواک لکڑی کی ہونی چاہئے
- اکھاڑے جائیں؟ ۳۶ ● بوقت ضرورت لکڑی کا قائم مقام ۴۵
- بال صفا صابون سے بغل صاف ۴۶ ● پاؤڈر، پیسٹ اور برش کا حکم
- کرنا جائز ہے ۳۷ ● مسواک منہ کے کس حصہ میں
- دوسرے سے بغل مونڈانے کا حکم ۳۷ ● کی جائے؟ ۴۶
- (۴) زیر ناف مونڈنا ۳۸ ● مسواک عرضا کی جائے یا طولاً؟ ۴۷
- عانہ (زیر ناف) سے کون سے بال ۴۷ ● ناک کی صفائی کرنا
- مراد ہیں؟ ۳۸ ● نظافت کے اہتمام کی تاکید ۴۸
- زیر ناف کترنا اور صابون وغیرہ سے ۴۸ ● ناک کی صفائی کا طریقہ
- صاف کرنا بھی جائز ہے ۴۰ ● بائیں ہاتھ سے ناک صاف کی جائے ۴۸
- عورتوں کے لئے بہتر کیا ہے؟ ۴۰ ● روزہ میں ناک میں پانی کھینچنا جائز
- مسربہ اور عانہ مل جائیں تو زیر ناف ۴۱ ● نہیں ۴۹
- کہاں سے مونڈے؟ ۴۱ ● (۷) جوڑوں کا دھونا ۴۹
- مذکورہ چاروں چیزوں کے لئے ۴۱ ● بر اجم کے معنی اور مراد ۴۹
- وقت کی تحدید ۴۱ ● جسم کی صفائی تقاضائے فطرت ہے ۵۰
- (۵) مسواک کرنا ۴۲ ● (۸) انتقاص الماء کے تین معنی ۵۰
- مسواک کی اہمیت اور اس کے ۴۲ ● (۱) پانی سے استنجا کرنا ۵۰
- خاص اوقات ۴۲ ● (۲) پیشاب کی آمد روکنا ۵۰
- مسواک سے نماز قیمتی بنتی ہے ۴۳

کیا؟	کہاں؟	کیا؟	کہاں؟
(۳) شرمگاہ پر چھینٹا ڈالنا	۵۰	● مہندی کے خضاب کا حکم	۵۷
(۹) کلی کرنا	۵۱	● سیاہ کے علاوہ ہر خضاب جائز ہے	۵۷
● روزہ کی حالت میں غرغروہ ہے	۵۱	● سیاہ خضاب جائز نہیں	۵۷
(۱۰) ڈاڑھی رکھنا	۵۱	● کن کن رنگوں کا خضاب جائز ہے؟	۵۸
● ڈاڑھی کی تعریف	۵۱	● ابن ماجہ کی ایک حدیث سے سیاہ	
● ڈاڑھی ایک مشت رکھنا مسنون	۵۱	● خضاب کے بارے میں شبہ کا جواب	۵۸
● ہے، زائد کاٹ لی جائے	۵۱	● ڈاڑھی اور بالوں کے خضاب کی تفصیل	۵۹
● ڈاڑھی کو چڑھانا گرہ لگانا اور بالوں	۵۱	● مونچھ کے کنارے کے بال مونچھ	۶۴
● کو اندر گھسانا حرام ہے	۵۲	● کے حکم میں ہیں	۶۴
● رخسار کے بالوں کا حکم	۵۳	● ڈاڑھی نکلنے سے پہلے کانوں کے	
● ڈاڑھی کی بچی (عنقہ) کا حکم	۵۳	● سامنے کے بالوں کا حکم	۶۵
● ڈاڑھی جیسا ہے	۵۳	● حلق کے بالوں کا حکم	۶۵
● عورت کی ڈاڑھی کا حکم	۵۳	● وضو میں ڈاڑھی دھونے اور مسح	
● گھنی ڈاڑھی کا اکرام	۵۳	● کرنے کے مفصل احکام	۶۵
● سفید بال چننا مکروہ ہے	۵۴	● گھنی ڈاڑھی میں خلل	۶۶
● بچی کے اغل بغل کے بال لینا		● عذار اور کان کے درمیان کی جگہ	
● جائز ہے	۵۵	● دھونا ضروری ہے	۶۷
● رخسار کے بال نہ لینا اولیٰ ہے	۵۵	● (۱۱) ختنہ کرانا	۶۷
● بالوں میں خضاب کرنا چاہئے	۵۵	● ختنہ کے معنی، حکم اور محل	۶۸
● ہاتھوں بیروں پر خضاب کرنے کا حکم	۵۶	● اگر ختنہ میں پوری چمڑی نہ کٹی ہو تو؟	۶۹
● عورت کے لئے خضاب کرنے کا حکم	۵۶	● ختنہ کے بعد چمڑی بڑھ جائے تو؟	۶۹

کیا؟	کہاں؟	کیا؟	کہاں؟
● مولود مختون کا حکم	۶۹	● بوڑھی بیوہ اور بچیوں کے لئے حکم	۷۵
● وہ اعذار جن سے ختنہ کرانے کا		● گدی کے بال کا ثنا مکروہ ہے	۷۶
● حکم ساقط ہو جاتا ہے	۷۰	● انگریزی طرز کے بالوں کا حکم	۷۶
● کتنی عمر میں ختنہ کرائی جائے؟	۷۰	● بابر رکھنا منع ہے	۷۶
● جلدی ختنہ کرانے میں فائدہ ہے	۷۱	● پیشانی پر خط بنونا بھی منع ہے	۷۷
● صحیح قول یہ ہے کہ آنحضور ﷺ		● مردوں کے لئے چوٹی باندھ کر	
● غیر مختون پیدا ہوئے تھے	۷۱	● نماز پڑھنا مکروہ ہے	۷۷
● عورت کا ختنہ سنت نہیں ہے	۷۲	● عورتوں کے لئے چوٹی باندھ کر	
● ختنہ کی دعوت کا حکم	۷۲	● نماز پڑھنا مستحب ہے	۷۷
(۱۲) مانگ نکالنا	۷۳	● ابرو اور کان کے بالوں کا حکم	۷۸
● بالوں کے احکام	۷۳	● ڈاڑھی اور طرح طرح کی باتیں	
● سر پر بال رکھنا بھی سنت ہے اور		(۱) اس شبہ کا جواب کہ آنحضور ﷺ کا ڈاڑھی رکھنا قومی اور ملکی	
منڈانا بھی	۷۴	رواج کی وجہ سے تھا	۷۹
● پورے سر کے بال مساوی کتر وانا		(۲) اس شبہ کا جواب کہ اسلام میں	
بھی جائز ہے	۷۴	ظاہری ہیئت کی کوئی خاص اہمیت نہیں	۸۱
● مردوں کو بالوں کا جوڑا باندھنا یا		(۳) اس شبہ کا جواب کہ ظاہری	
چوٹیاں بننا جائز نہیں	۷۴	آرائش کی کوئی حاجت نہیں، باطنی	
● مردوں اور عورتوں میں صفی		اصلاح کافی ہے	۸۲
انتیاز ضروری ہے	۷۵	(۴) اس شبہ کا جواب کہ ڈڑھیل	
● بلاعذر عورت کو سر منڈانا یا کتر وانا		دھوکہ باز اور مکار ہوتا ہے	۸۳
حرام ہے	۷۵		

- کیا؟ کہاں؟ کیا؟ کہاں؟
- (۵) اس شبہ کا جواب کہ ڈاڑھی رکھنے میں غیروں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے ۸۴
- ایرانی مسافر اور مرزا بیدل کا واقعہ ۹۳
- جب ڈاڑھی مشیت سے بڑھ جاتی تھی تو آنحضرت ﷺ طویل ۸۴
- (۶) اس شبہ کا جواب کہ اگر غیر مسلم بھی اسلامی طرز کی ڈاڑھی رکھ لے تو امتیاز کیسے ہو گا؟ ۸۵
- رزاق اللہ ہاس پر اعتماد کرنا چاہئے ۹۶
- ڈاڑھی رکھنے سے احباب کے لعن و طعن اور لوگوں کی پھبتیوں کا نشانہ بننا پڑے تو کیا کیا جائے؟ ۹۸
- (۷) اس شبہ کا جواب کہ مصری اور جازی عرب بھی تو ڈاڑھی منڈاتے ہیں؟ ۸۵
- فرنگیت زدہ ماحول میں ڈاڑھی رکھنے میں جہاد اور ہجرت کا ثواب ۹۹
- (۸) خالفوا المشرکین حکمت ہے علت نہیں ۸۶
- لا دینی ماحول میں ڈاڑھی رکھنے کے دوز بردست فائدے ۱۰۰
- (۹) اتباع رسول ہی اصل دین ہے ۸۷
- ایک سبق آموز حدیث ۸۷
- ایک انگریز کا واقعہ ۸۸
- (۱۰) بیوی کو ڈاڑھی پسند نہیں ہے ۸۹
- علمی اور کمالات عملی ۱۰۰
- (۱۱) ڈاڑھی رکھ لیں تو شادی ہونا مشکل ہے یا پٹو ڈیٹ لڑکی نہیں ملے گی یا مطلوبہ حاصل نہ ہوگی ۸۹
- انبیا کمال علمی کا منبع اور صدیقین مجمع ہیں ۱۰۰
- شہد اکمال عملی کا مصدر اور صالحین منظر ہیں ۱۰۰
- ملازمت کی وجہ سے ڈاڑھی منڈانا ۹۰
- (۱۲) ڈاڑھی رکھ لیں تو شادی ہونا مشکل ہے یا پٹو ڈیٹ لڑکی نہیں ملے گی یا مطلوبہ حاصل نہ ہوگی ۸۹
- باطن کی اصلاح کی ضرورت ۱۰۱
- ڈاڑھی رکھنے کی علت اور حکمتیں ۱۰۱
- قوم لوط کے ہلاکت کے اسباب ۹۲
- علت اور حکمت میں فرق ۱۰۲

- کیا؟ کہاں؟ کیا؟ کہاں؟
- ۱۱۱ موچھ کترنے اور ڈاڑھی • ترک شعائر کے نتائج
- ۱۱۳ بڑھانے کی حکمتیں • ترقی اقوام و ملل کا راز
- ۱۱۵ (۱) مشرکین و مجوس وغیرہ کی مخالفت ۱۰۲ • ڈاڑھی مسلمان کا یونفارم ہے
- رسول کے شاہد بننے کا اور امت • ڈاڑھی منڈا کر اللہ و رسول کو نہ
- ۱۱۸ کے شاہدین بننے کا مطلب ۱۰۲ ستاؤ
- ڈاڑھی رکھنا ایک مخصوص کلچر اور • ڈاڑھی منڈے کو دیکھنے سے رسول
- نظام حیات کو چھوڑنے کا اعلان ہے ۱۰۴ • اللہ ﷺ کو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ ۱۱۹
- (۲) کھانے پینے میں نظافت کا لحاظ ۱۰۴ • خشش ڈاڑھی کا حکم ۱۲۱
- (۳) تجل ۱۰۵ • ڈاڑھی خشش کرانے والے کو
- (۴) عورتوں سے تشبہ کا منقطع ہونا ۱۰۵ • امام بنانا کیسا ہے؟ ۱۲۱
- (۵) طبی مصالح ۱۰۵ • خلاف سنت ڈاڑھی رکھنے والے
- علت کا بیان ۱۲۴ حافظ کی امامت
- حقیقی علت ڈاڑھی کا امور فطرت • ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کر لی تو
- میں سے ہونا ہے اور فطرت کے معنی ۱۰۵ • بھی ڈاڑھی پوری ہونے تک اس کی
- حدیث فطرت کی حکیمانہ شرح از امامت مکروہ ہے ۱۲۴
- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ۱۰۶ • جو حافظ صرف رمضان میں
- ڈاڑھی اسلام کا شعار ہے اور ہر • ڈاڑھی رکھے اس کی امامت کا حکم ۱۲۵
- ملت کے لئے شعار کا ہونا ضروری ہے ۱۰۷ • دوران حج ڈاڑھی رکھ لینا اور بعد
- رسالہ ”ڈاڑھی کا فلسفہ“ از • میں صاف کر دینا ۱۲۵
- حضرت مدنی قدس سرہ ۱۰۸ • آزاد روی دین کے لئے سنگ
- یونفارم کی سیاسی حیثیت ۱۰۹ • راہ بن جاتی ہے۔ ۱۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ طبع جدید

یہ کتاب سب سے پہلے ”ڈاڑھی اور فطرت کی باتیں“ کے عنوان سے شائع ہوئی تھی، چار سال کے وقفہ کے بعد ۱۳۹۲ھ میں دوبارہ شائع کی گئی تو سابق نام بدل کر ”ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں“ رکھا گیا اور نظر ثانی کی گئی تو کتاب میں غیر معمولی اضافہ ہو گئے، کئی ضروری مسائل بڑھائے گئے بہت سی جگہوں میں حوالے بڑھائے گئے اور دو سنتوں کا یعنی ختنہ اور مانگ نکالنے کا اور بالوں کے مسائل کا اضافہ کیا گیا، نیز ڈاڑھی کے مسئلہ پر چند اعتراضوں کے جوابات بھی اس میں بڑھائے گئے۔

اس کے بعد کتاب بار بار طبع ہوتی رہی، دسیوں ایڈیشن بفضلہ تعالیٰ چھپے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے، تا آنکہ اس کی پلٹیں گھس پٹ گئیں اور نئی کتابت ضروری ہو گئی چنانچہ اب اس کو کمپیوٹر کی خوبصورت کتابت کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے، اس موقع پر پھر ایک بار نظر ثانی کی گئی تو مزید اضافہ ناگزیر معلوم ہوئے، حضرت مدنی قدس سرہ کا ”ڈاڑھی کا فلسفہ“ اور فتاویٰ رحیمیہ سے اور ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ سے متعدد فتاویٰ شامل کتاب کئے گئے ہیں دست بدعا ہوں کہ رب ذوالجلال والا کرام اس حقیر سعی کو خلعت قبولیت سے نوازیں اور اس سے امت کو فیض پہنچائیں (آمین)

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند

۲۶ / محرم ۱۴۱۹ھ

مقدمہ طبع اول

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، اما بعد:
فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم: اما بعد: فَإِنَّ خَيْرَ
الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرَ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ
مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (رواه مسلم ونسائي)

رسول اللہ ﷺ نے (خطبہ دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ
بہترین کلام ہے اور محمد (ﷺ) کا طرز حیات بہترین طرز حیات ہے اور بدترین
چیزیں نو ایجاد چیزیں ہیں اور ہر بدعت (نئی چیز) گمراہی ہے۔

مذکورہ ارشاد نہایت واضح ہے، کسی تشریح کا محتاج نہیں اللہ کے رسول
(میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں) ﷺ کا طرز حیات ہی عمدہ اور نفیس ترین
طرز حیات ہے، انسانوں کے ایجاد کردہ طُوقِ زندگی بدترین اور مہلک ترین
نظامہائے حیات ہیں اور اگر اس ”ایجاد بندہ“ کو دین سمجھ لیا جائے تو وہ بدعت
ہے اور ہر بدعت بلا ریب عظیم گمراہی ہے (اعاذنا اللہ منها)

برادران اسلام سے گزارش ہے کہ وہ اپنے نظام حیات کے ہر ہر جزئیہ
پر نظر ثانی کریں، اگر وہ شیطانی اور دجالی نظر آئے تو اللہ کے رسول ﷺ کے
نظام حیات کی طرف لوٹ آئیں۔ صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اسے بھولا
نہیں کہتے!



چہرہ کی آرائش میں بالوں کو بہت زیادہ دخل ہے، جن کے ذریعہ مردانہ

اور زمانہ حسن کا امتیاز قائم ہو تا ہے اور اسے دوبالا کرنے کی سعی بھی کی جاتی ہے۔ آج کے تمدن میں ”بال“ مستقل موضوع بنے ہوئے ہیں ان کی کاٹ تراش کے لئے مشینیں ہیں، شاپیں^(۱) ہیں، مردانہ طبقہ میں چہرے کا سب سے زیادہ نمایاں شعار ڈاڑھی ہے، جس کو چہرے کی زینت اور شوکت میں بہت زیادہ دخل ہے جس میں دنیا کی اقوام کے نظریے مختلف ہو گئے ہیں، بعض کے نزدیک ڈاڑھی کا وجود مردانہ حسن و شوکت کی روح ہے اور بعض کے نزدیک اس کا عدم یعنی امر دیت ہی چہرہ کی زینت اور مصلحت سمجھی گئی ہے، عموماً عیسائی اور محسوس اقوام تمدنی حیثیت سے اور بہت سے مشرک طبقے مذہبی حیثیت سے ڈاڑھی منڈانا ضروری خیال کرتے ہیں۔ ادھر سکھ، یہود اور جوگیہ ڈاڑھی رکھنے اور اُسے لابی چھوڑ دینے کے حامی ہیں، فریقین کے دلائل و مصالح جو کچھ بھی ہوں موضوع گفتگو صرف یہ ہے کہ اسلام نے جانین کے افراط و تفریط سے الگ ہو کر اعتدال کی راہ اختیار کی ہے پہلی اقوام کے مقابلہ میں تو ڈاڑھیاں رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ ”ریش تراشی“ میں ان سے تشبہ منقطع ہو جائے اور دوسرے طبقہ کے مقابلہ میں ڈاڑھی کی کچھ حد بندی کر دی ہے تاکہ ”ریش درازی“ میں ان سے تشبہ منقطع ہو جائے۔

پہلی صورت کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ ارشاد نبوی مروی ہے کہ : ”مشرکین کا خلاف کرو، مونچھیں پست کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ“ اور دوسری روایت میں ہے کہ ”مونچھیں کتر دو اور ڈاڑھیاں لٹکاؤ“ (بخاری و مسلم)

روایات بالا سے کلی طور پر مخالفت کفار، اسلام کا ایک اہم مقصد ثابت ہو تا ہے اور اس کے ضمن میں نصاب ڈاڑھیوں کا رکھنا واجب قرار پاتا ہے، پھر اس

حدیث سے اختصار اڈاڑھی منڈانے کی حرمت بھی نکل آتی ہے، کیونکہ اصولی ضابطہ معروف ہے الأمر بالشئ یقتضی النهی عن ضده (کسی کام کے کرنے کا حکم دینا اس کے خلاف کے کرنے سے ممانعت کا مقتضی ہے) پس جبکہ اس حدیث کی رو سے ڈاڑھی رکھنا واجب ٹھہرا تو اسی حدیث کی رو سے ڈاڑھی نہ رکھنا (خواہ منڈا کر ہو یا خشخشی کر اگر) حرام و ناجائز ثابت ہو گیا۔ ورنہ اگر منڈانا حرام نہ ہو بلکہ جائز ہو تو نہ منڈانا اور ڈاڑھیاں چھوڑنے کا امر ہی باطل ہو جائے گا۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر ان حضرات کو سوچنا چاہئے جو اپنی ڈاڑھیاں محض شوق یا شہوت نفس ہی کے ماتحت نہیں بلکہ علانیہ کفار کی مشابہت و موافقت کے لئے صاف کر رہے ہیں، گویا اسلام کے اس اہم مقصد (مخالفت کفار) کا خلاف کرنا ہی ان کا اہم مقصد قرار پا چکا ہے (أعاذنا الله منه وایاہم) (التشبه فی الاسلام)



مسلم قوم ایک مستقل و ممتاز ملت ہے، جو تمام اقوام و ملل سے بالکل علیحدہ فطرت سلیمہ کی حامل و مالک ہے، خدا نے اس کو اقوام عالم پر شاہد و عادل بنا کر بھیجا ہے:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۝ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔
ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنایا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں پر شاہد ہوؤ اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ شاہد ہوں۔ تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

لیکن آہ! کہ یہ قوم اپنی دینی و مذہبی خصوصیات تو عرصہ ہوا کھو چکی تھی،

آج اپنی تمدنی و معاشرتی امتیازات کو بھی فنا کرتی جا رہی ہے، رسم و رواج میں اہل وطن (ہنود) کی اتباع، تمدن و معاشرت میں اہل مغرب (انگریزوں) کی تقلید مسلمان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتی جا رہی ہے۔

آج جب کہ دنیا کی ہر قوم اپنی زندگی اور اپنی قومی و ملی خصوصیات کے بقاء و تحفظ کے لئے سرگرم عمل نظر آ رہی ہے، مسلمان اپنی قومی و ملی خصوصیات و امتیازات کو فرنگیت کے بھینٹ چڑھا کر ان ہی میں جذب ہوتے جا رہے ہیں۔
یا للجب! کل جو قوم اقوام عالم کے لئے جاذب و مصلح تھی، وہ آج کس سرعت کے ساتھ دوسروں میں جذب ہوتی جا رہی ہے، اور اسی کو معیار ترقی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ اہل بصیرت کے نزدیک یہ انتہائی تنزل و انحطاط اور قومیت کے لئے زہر ہلا اہل سے کم نہیں ۛ

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیس رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است
ڈاڑھی اسلام کے اہم شعار میں سے ہے، بلکہ انسانی و فطری اصول سے خواص رجولیت میں سے ہے، لیکن افسوس کہ سب سے زیادہ مسلمان ہی اس کی صفائی کے درپے ہیں اور اس طور سے قومی و ملی امتیاز سے قطع نظر، فطرت و انسانیت کے لئے بھی مضحکہ خیزی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۲: ۲۳۱)



ایک تعلیم یافتہ شخص نے ایک طویل سوال حضرت مولانا احمد اللہ صاحب^(۱) شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر کی خدمت میں تشفی کے لئے پیش کیا مولانا موصوف نے اس ہچمچداں کو حکم فرمایا کہ اس کا جواب لکھے، چنانچہ اپنی بساط کے مطابق جواب لکھ کر روانہ کر دیا، عرصہ کے بعد خیال آیا کہ یہ باتیں مخصوص طبقہ ہی کے لئے مفید نہیں، بلکہ عام لوگوں کے لئے بھی مفید ہیں، کیوں نہ اس مضمون

(۱) حضرت مولانا بروز ۲۶ صفر ۱۴۰۲ھ اللہ کو پیارے ہو گئے فرحمہ اللہ رحمة واسعة ۱۴

کو شائع کر دیا جائے؟ چنانچہ مناسب ترتیب دے دی گئی، ترتیب کے دوران کافی اضافے ہو گئے، حدیث فطرت کے تحت بیان ہونے والے تمام فقہی مسائل تقریباً اضافہ شدہ ہیں اور امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ مفید ہی ثابت ہوں گے۔
سوال حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ مضمون فقہی کے لئے اس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

علاوہ دیگر کتابوں کے حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ کی ”ڈاڑھی کی قدر و قیمت“ حضرت الاستاذ حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب قدس سرہ کا ”التشبه فی الاسلام“ مرتب کتاب کے پیش نظر رہے ہیں۔

اللہ پاک ان بزرگوں کو ان کی خدمات جلیلہ کا بہتر سے بہتر صلہ عنایت فرمائیں۔ اور احقر کی اس معمولی کوشش کو قبولیت سے نوازیں۔ (آمین)

سعید احمد پالن پوری

دارالعلوم اشرفیہ

راندیر، ضلع سورت، گجرات

۲۳ / اگست ۱۹۷۰ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حامداً ومصلیاً ومسلماً، اما بعد:

مرد کے لئے ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، اور ایک مشت رکھنا بھی واجب ہے، بلا شرعی عذر کے منڈانا حرام ہے اس کا مرتکب فاسق ہے، ایک مشت سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس پر اصرار و مداومت فسق ہے اور یہ مسئلہ اجماعی مسئلہ ہے، واللہ سبحانہ اعلم۔

آپ کی طویل تحریر کا تقاضہ ہے کہ جواب کی وضاحت کی جائے اس لئے عرض ہے کہ:

ڈاڑھی رکھنا واجب ہے

مرد کے لئے ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

See 21/6, 8C for note
 أَنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللَّحْيَ (رواہ الاثمة السقوفی)
 ڈاڑھی کو بڑھلاؤ۔ مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں پست کرو اور ڈاڑھیاں پوری رہنے دو۔
 الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللَّحْيَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللَّحْيَ وَخَالِفُوا الْمَجُوسَ (رواہ السنۃ)
 مونچھیں کتر دو اور ڈاڑھیاں لٹکا دو اور مجوس کی مخالفت کرو۔

علامہ محمود بن خطاب سبکی مالکی حدیث کی شرح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

أَصْلُ الْأَمْرِ الْوَجُوبُ وَلَا
يُضَرُّ عَنْهُ إِلَّا بَدْلِيلٌ كَمَا هُوَ
مُقَرَّرٌ فِي عِلْمِ الْأَصُولِ ^(۱)
علامہ احمد نفراوی مالکی رقمطراز ہیں:

قَوْلُهُ وَأَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمُتَبَادِرُ مِنْ قَوْلِهِ "أَمْرُ الْوَجُوبِ" ^(۲)
وجوب کی طرف ذہن سبقت کرتا ہے
ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں:

فَرَضَ قِصَ الشَّارِبِ وَأَعْفَاءَ اللَّحْيَةِ ^(۳)
مُوَظَّعًا كَثْرًا وَأَمْرًا بِرُحْلَانَا فَرَضَ هُوَ
شَارِحَ مُشْكُوَّةَ حَضْرَتِ شَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الْحَقِّ دَهْلَوِيِّ فَرَمَاتے ہیں:
وَلَا شَتَنَ آلَ بَقْدَرٍ قَبْضَهُ وَاجِبٌ اسْت ^(۴) ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے

ڈاڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے

اور ڈاڑھی کا ایک مشت رکھنا واجب ہے، جس کا ثبوت سنت نبوی سے ہے، محدث دہلوی کی عبارت ابھی گزری ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی عبارت مالا بد منہ سے آگے فقہ حنفی کی تصریحات کے ضمن میں آرہی ہے کہ ڈاڑھی کو تراش کر ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ اور در مختار میں جو ہے کہ

إِذَا كَانَ بِقَدْرِ الْمَسْنُونِ وَهُوَ
الْقَبْضَةُ
جب ڈاڑھی بقدر مسنون یعنی ایک
مشت ہو الخ

(۱) المنهل العذب المورد ج ۱ ص ۱۸۶ (۲) نفراوی: شرح رسالہ امام ابو یزید ۱۲

(۳) ابن حزم: حلی ۲: ۳۲۰ (۴) محدث دہلوی: ایضاً للمعات ج ۱ ص ۲۸۸

اور امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں جو تحریر فرمایا ہے کہ
والسنة فيها القبضة وهو أن ڈاڑھی میں سنت ایک مشت رکھنا ہے
يقبض الرجل لحيته فما زاد اس طرح کہ ڈاڑھی مٹھی میں لے لے
منها على قبضة قطعه اور جو زائد ہو کاٹ لے۔

ان تمام عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ سنت نبوی سے ڈاڑھی کا وجوب
ایک مٹھی ہے، اس سے زائد رکھنا سنت نبوی سے ثابت نہیں ان عبارتوں سے
بہت سے لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے اس لئے ان کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان
عبارتوں میں قبضہ سے زائد کے سنت ہونے کی نفی کرنا مقصود ہے، ان عبارتوں
کا یہ مقصود نہیں ہے کہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا سنت ہے، فتاویٰ رحیمیہ میں ایک
سوال وجواب ہے، اس سے یہ مسئلہ خوب واضح ہوتا ہے جو درج ذیل ہے:

ڈاڑھی کتنی رکھنا مسنون ہے؟

استفتاء ڈاڑھی ایک مشت سے زیادہ رکھنا منع ہے یا اجازت ہے؟

رہیل - ۹۵

بینواتوجروا۔

اجواب: ڈاڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے ایک مشت سے بہت زیادہ
رکھنا خلاف سنت ہے واعفاء اللحى قال محمد عن ابى حنيفة: تركها
حتى تكث وتكثر والتقصير فيها سنة وهو أن يقبض الرجل لحيته فما
زاد على قبضة قطعاً لان اللحية زينة وكثرتها من كمال الزينة وطولها
الفاحش خلاف السنة (الاختيار شرح المختار ص ۱۶۷ ج ۴)

ترجمہ: اعفاء اللحى (یعنی ڈاڑھی بڑھانے کے متعلق) امام محمد کی روایت ہے کہ
حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ”ڈاڑھی کو چھوڑے رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ
گھنی ہو جائے اور بڑھ جائے اور ڈاڑھی میں قصر کرنا سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ

ڈاڑھی کو مٹھی میں لے جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دے (کتر دے) حقیقت یہ ہے کہ ڈاڑھی سنت ہے ڈاڑھی کا بھرپور ہونا کمال زینت اور جمالِ مؤمن ہے۔ مگر ڈاڑھی کی غیر معمولی داری بھی خلاف سنت ہے۔ (الاختیار شرح المختار ص ۱۶ ج ۴) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۲۱۵)

علاوہ بریں احادیث اور سیر کی کتابوں میں تصریح ہے کہ صحابہ اور تابعین اور حضور پر نور کی ڈاڑھیاں ایک مشمت ہوتی تھیں اور احادیث میں ڈاڑھی کے سلسلہ میں جو چھ لفظ استعمال ہوئے ہیں اور جن کا مفصل تذکرہ آگے آتا ہے وہ بھی ناطق ہیں کہ وجوب محض برائے نام ڈاڑھی رکھنا نہیں ہے بلکہ اس کی ایک معتد بہ مقدار یعنی ایک مشمت کے بقدر واجب ہے۔

ایک شبہ

بعض حضرات کا خیال ہے کہ ”ڈاڑھی کے متعلق نبی ﷺ نے کوئی مقدار مقرر نہیں فرمائی ہے، صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ اگر آپ ڈاڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی ڈاڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں ڈاڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو (جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے ڈاڑھی نہیں مونڈی ہے) تو شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے۔“ (مودودی صاحب: رسائل و مسائل ۱/۱۴۰)

See Pg 14

جواب

ڈاڑھی کے متعلق احادیث میں چھ لفظ وارد ہوئے ہیں، پہلے ان کے معنی سمجھ لیں پھر سوچیں کہ ڈاڑھی کے متعلق حضور ﷺ نے کوئی مقدار متعین

فرمائی ہے یا صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے؟

① اَعْفُوا۔ یہ باب افعال سے امر ہے، یہ لفظ صحاح کی تمام کتب میں ہے اہل لغت نے اس کے معنی لکھے ہیں:

أَعْفَى اللَّحِيَةَ: وَقَرَّهَا أَعْفَى اللَّحِيَةَ کے معنی ہیں اس نے
حتی كَثُرَتْ وَطَالَت ڈاڑھی کو بڑھایا تا آنکہ بال زیادہ اور
(تاج العروس) دراز ہو گئے۔

② اَوْفُوا۔ یہ بھی باب افعال سے امر ہے جس کے معنی ہیں کامل کرنا، تام کرنا، پورا کرنا۔ اَوْفَى النَّذْرَ (نذر پوری کی) اَوْفَى الْكَيْلَ (ناپ پورا دیا) اور اَوْفَى فَلَانًا حَقَّهُ (حق پورا دیا)

یہ لفظ مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضرت ابن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ مُشْرِكِينَ کے طریقہ کا خلاف کرو،
أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا (یعنی) مونچھیں اچھی طرح کاٹ
اللَّحْيَ دو اور ڈاڑھی پوری طرح بڑھاؤ۔

③ اَرْخُوا یہ بھی باب افعال سے صیغہ امر ہے۔ اَرْخَاءُ کے معنی ہیں کسی شے کو وسیع اور لمبا کرنا، ڈھیلا چھوڑ دینا اور لٹکانا، اَرْخَى زِمَامَ النَّاقَةِ (اوٹنی کی لگام ڈھیلا چھوڑ دی) اَرْخَى السُّتْرَ (پردہ لٹکایا) اور اَرْخَ لَهُ الْحَبْلَ (اس کو تصرفات کی اجازت دیدی) وغیرہ جملے اس کے معنی کی وضاحت کرتے ہیں۔

یہ لفظ مسلم شریف کی روایت میں وارد ہوا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول مقبول ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا مونچھیں کاٹو، اور ڈاڑھیاں وسیع اور لمبی
اللَّحْيَ خَالِفُوا الْمَجُوسَ کرو (اور) مجوس کے طریقہ کا خلاف کرو۔

④ اُرْجُوا یہ بھی باب افعال سے صیغہ امر ہے اِرْجَاء کے معنی ہیں موخر کرنا، بالکل نہ لینا یعنی پورا باقی رہنے دینا، چھوڑ دینا۔ اُرْجِی الصَّیْدَ : لم یُصَبْ منه شیئاً (شکار کا کوئی حصہ نہیں لیا پورا ہی چھوڑ دیا) ارجی الامر (معاملہ کو چھوڑ دیا، موخر کر دیا) یہ لفظ بھی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیں علامہ طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار مادہ (رج) (۱)

⑤ وَفَرُّوا یہ باب تفعیل سے امر ہے نیز باب افعال سے بھی آیا ہے دونوں کے معنی ہیں ”زیادہ کرنا، پورا کرنا“

یہ لفظ مسند احمد، طبرانی، بخاری، ابوداؤد اور مسلم شریف کی روایتوں میں آیا ہے، نیز اَوْفَرُوا کا لفظ بھی بخاری و مسلم کی روایات میں وارد ہوا ہے۔

⑥ دَعُوا یہ باب فتح سے امر حاضر ہے اور اس کے معنی ہیں چھوڑ دو وَدَعَ الشَّیْءَ : تو کہہ (چھوڑ دیا) یہ لفظ طبرانی کی روایت میں آیا ہے۔

اب خود سرور عالم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل ملاحظہ فرمائیں، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مسلم شریف میں ہے کہ :

كَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حُضُورَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِی ڈاڑھی
کثیر شعر اللحية گھنی تھی۔ مسلم ۲۳۹۴ باب سبده ۲

لمبی کتنی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود ابو معمر نے حضرت خباب بن الارت سے پوچھا کہ حضور ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت فرماتے تھے یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ قرأت فرماتے تھے۔ سائل نے پوچھا کہ آپ حضرات کو کیسے معلوم ہوتا کہ حضور ﷺ قرأت فرما رہے ہیں۔ حضرت خباب نے جواب دیا کہ ہم آنحضور ﷺ کی ریش مبارک کے ہلنے سے سمجھتے تھے کہ آپ قرأت فرما رہے ہیں۔

ابوداؤد: ۵۵۱ باب ما جاء فی انظر اذ ذل (۲۴/۲) اظہر

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرأت سے وہی ڈاڑھی ہلے گی جو کافی دراز ہو، اگر ڈاڑھی معمولی ہو تو اس کی حرکت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ کی ڈاڑھی گھنی تو نہ تھی لیکن دراز تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ڈاڑھی عریض (چوڑی) تھی جس نے دونوں شانوں کے درمیان کی جگہ بھر رکھی تھی (شمس الضحیٰ ص ۱۱) علاوہ ازیں حضور ﷺ سے وضو میں ڈاڑھی کا خلال کرنا ثابت ہے اور معمولی بالوں میں خلال نہیں ہو سکتا۔

مودودی صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ”سلف میں ڈاڑھی کا مسئلہ غیر اہم تھا۔ اسمائے رجال اور سیر کی کتابوں میں دو تین صحابیوں کی ڈاڑھی کی مقدار مذکور ہے، اور بس (رسائل و مسائل ۱/۱۳۵)

یہ بھی ایک طرح کا مغالطہ ہے۔ اولاً تو تمام صحابہ کے حلیے بیان کرنے کا اہل سیر و تاریخ اور اسمائے رجال کے مصنفین نے اہتمام نہیں کیا صرف جلیل القدر صحابیوں کے حلیے بیان کئے ہیں اس لئے انہی کی ڈاڑھی کا ذکر آیا ہے۔ ثانیاً اس زمانہ میں یہ مسئلہ اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ سبھی حضرات ارشادات نبوی پر عامل تھے۔ اس لئے اس کے متعلق کلام کرنے کی حاجت نہیں تھی، لیکن جب اسلامی تعلیمات پر عمل میں تساہل ہونے لگا اور نام نہاد محققین نے ڈاڑھی کی اہمیت گھٹادی اور لوگوں نے ریش تراشی کو گناہ سمجھنا چھوڑ دیا، تو اس مسئلہ پر کلام کرنا ضروری ہو گیا۔

بہر حال آپ خود غور فرمائیں کہ مذکورہ الفاظ میں ڈاڑھی کی مقدار کی

طرف اشارہ ہے یا نہیں؟ یا یہ مسئلہ اہل فقہ کا استنباطی مسئلہ ہے؟
اہل فقہ نے تو صرف یہ کام کیا ہے کہ دیگر احادیث کی روشنی میں ایک
مشت کی حد بندی کر دی ہے، اگر اس کا نام بھی اہل فقہ کے استنباطی شرائط ہیں تو:
ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

ایک اور شبہ

کچھ لوگوں کو اشتباہ ہو سکتا ہے کہ اکثر کتابوں میں ڈاڑھی رکھنے کو سنت
لکھا ہے، لہذا یہ وجوب کا دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب

ڈاڑھی کو سنت کہنا محض اس اعتبار سے ہے کہ اس کا ثبوت رسول
اللہ ﷺ کے فعل اور حدیث سے ہے، قرآن کریم سے نہیں ہے^(۱) جیسے نماز
عید کو سنت کہا جاتا ہے اور ترکو بھی بعض حضرات سنت سے تعبیر فرماتے ہیں۔
شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

وَأَنكَه أَنزَا سُنْتَ گویں معنی طریقہ مسلوکہ در دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت
آل بہ سنت است چنانچہ نماز عید راستہ گفتہ اند (اشعۃ الممعات ج ۱ ص ۲۸۸)
ترجمہ: ڈاڑھی رکھنے کو سنت کہنا بایں وجہ ہے کہ سنت کے لغوی معنی ہیں ”دین
کی راہ (خواہ واجب ہو یا سنت یا مستحب یا بدیں وجہ ہے کہ اس کا ثبوت حدیث سے
ہے چنانچہ نماز عید کو بھی اسی وجہ سے سنت کہتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم میں ڈاڑھی کا تذکرہ ضرور ہے سورہ طہ آیت ۹۴ میں ہے قَالَ يَبْنُوهُمْ لَا تَأْخُذْ
بِلِحْيَتَيْهِ وَلَا بِرَأْسَيْهِ (ہارون نے کہا کہ میرے میا جائے! میری ڈاڑھی مت پکڑو اور نہ سر کے
بال) پکڑو اور یہ بات ظاہر ہے کہ ڈاڑھی اور سر کے بال وہی پکڑے جاسکتے ہیں جو کم از کم مٹھی بھر
ہوں اس سے کم کا پکڑنا کیونکر ممکن ہے ۱۲۴

دیکھا آپ نے عیدین کی نماز کو سنت کہا جاتا ہے حالانکہ وہ واجب ہے کیونکہ سنت بمعنی ”طریقہ محمدی“ میں اور وجوب میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ عید کی نماز کا اہتمام تو فرض سے بھی زیادہ ہے کہ جس نے تمام سال نماز نہیں پڑھی وہ بھی نماز عید نہ چھوڑے گا، مگر ڈاڑھی کی یہ کیفیت ہے کہ نفل کے برابر بھی اس کی وقعت نہیں بلکہ بری گت ہے حالانکہ دونوں ہی سنت ہیں اور دونوں ہی واجب ہیں (ڈاڑھی کی قدر و قیمت ص ۲۶)

ایک مطلب ڈاڑھی کے سنت ہونے کا یہ بھی ہے کہ اس کا ایک مشت رکھنا سنت ہے اور اس سے زائد بڑھانا خلاف سنت ہے، چنانچہ امام محمدؒ کی کتاب الآثار کی عبارت گزری ہے کہ ”ڈاڑھی میں سنت اس کا ایک مشت رکھنا ہے کہ ڈاڑھی مٹھی میں لے لے اور جو زائد ہو وہ کاٹ دے“ آپ حضرات نے دوسرا رخ لے کر یہ مطلب سمجھ لیا کہ یکمشت رکھنا سنت ہے اور اس سے کم کرنا خواہ کتر واکریا منڈوا کر خلاف سنت ہے حالانکہ وہ ترک واجب اور حرام قطعی ہے (حوالہ بالا ص ۳۶)

ڈاڑھی منڈانا حرام ہے

ڈاڑھی منڈانے کی حرمت پر ساری امت کا اجماع ہے، ایک فرد بھی امت میں اس کے جواز کا قائل نہیں ہے اساطین علما کی چند تصریحات درج ذیل ہیں۔

① علامہ محمود خطاب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

فَلِذَلِكَ كَانَ حَلْقُ اللَّحْيَةِ مُحَرَّمًا عِنْدَ أُمَّةِ الْمُسْلِمِينَ الْمُجْتَهِدِينَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ وَالشَّافِعِيَّ وَاحْمَدَ وَغَيْرَهُمْ (المنهل ص ۱۸۶ ج ۱)

ترجمہ: اسی وجہ سے تمام مجتہدین جیسے امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد وغیرہم

رحمہم اللہ کے نزدیک ڈاڑھی منڈانا حرام ہے۔

(۲) أقوال الفقهاء الذين قصدوا لاستنباط الاحكام صريحة في التحريم كما هو مقتضى الاحاديث فيعمل على مقتضاها إذ الواجب على المكلف ولا سيما اهل العلم ان لا يخرجوا عن العمل بالاحكام الواردة على لسان الرسول صلى الله عليه وسلم (حوالہ بالا)

ترجمہ: تمام فقہائے کرام کے اقوال جو مسند اجتہاد پر جلوہ افروز ہیں ڈاڑھی منڈانے کی حرمت کو صراحتاً بیان کرتے ہیں جیسا کہ احادیث کا مقتضی ہے، لہذا تمام مکلفین خصوصاً اہل علم پر لازم ہے کہ لسان رسالت سے جو احکام بیان ہو گئے ہیں ان سے سرمو تجاوز نہ کریں۔

(۳) وقد تساهل في هذا الزمان كثير من المتعلمين فحلقوا لحاهم ووفروا شواربهم، وتشبه جماعة منهم ببعض الكافرين فحلقوا أطراف الشوارب ووفروا ما تحت الانف، واغتربهم كثير من الجاهلين (حوالہ بالا ج ۱ ص ۱۸۹)

ترجمہ: بہت سے جدید تعلیم یافتہ حضرات نے بے پروائی اختیار کر رکھی ہے چنانچہ انہوں نے اپنی ڈاڑھیاں منڈالی ہیں اور مونچھیں بڑھالی ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں نے تو کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کر لی ہے چنانچہ انہوں نے مونچھوں کے کنارے مونڈ لئے ہیں اور ناک کے نیچے کا حصہ بڑھالیا ہے اور بہت سے جہلان کے دیکھا دیکھی ہلاکت کی راہ پر چل رہے ہیں۔

(۴) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله لم يُحِمْ أَحَدٌ نَصٌّ در مختار کا قول "لم يحمه احد" في الاجماع (بوادر النوار (ڈاڑھی منڈانے کی حرمت پر) اجماع ص ۴۴۳) کی صریح دلیل ہے۔

ان اجماعی حوالوں کے بعد اب ذیل میں مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات علیحدہ علیحدہ درج کی جاتی ہیں۔

فقہ حنفی کی تصریحات

① فعلم من ذلك أن ما يفعله بعض من لا خلاق له في الدين من المسلمين في الهند والأتراك حرام (بذل: ۱: ۳۳)
ترجمہ: ہندو ترک کے بعض کم نصیب مسلمان جو کام (ڈاڑھی مونڈنا) کرتے ہیں اس کا حرام ہونا اس (حدیث) سے معلوم ہو گیا۔

② وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته (در مختار: ۵: ۳۵۹)
ترجمہ: اسی طرح مرد کے لئے اپنی ڈاڑھی منڈانا حرام ہے۔
③ وأما قطع ما دون ذلك فحرام إجماعاً بين الأئمة رحمهم الله (فيض الباری: ۲: ۳۸۰)

ترجمہ: ایک مشیت سے ڈاڑھی کم کرنا حرام ہے اور اس پر ائمہ کا اجماع ہے۔
④ المنهى قصها كصنع الاعاجم وشعار كثير من الكفرة (حاشیہ سندھی برنسائی: ۱: ۷)

ترجمہ: عجیبوں کی طرح، اور جیسا کہ بہت سے کفار کا شعار ہے ڈاڑھی کو کتر دینا ممنوع ہے۔

⑤ وأخذ كلها فعل هنود الهند ومجوس الاعاجم (در مختار وكذا في الزيلعي والشرنبلالی تركنا نصوصهما لخوف التطويل)
ترجمہ: تمام ڈاڑھی لے لیتا (منڈا دیتا) ہندوستان کے ہنود اور عجم کے مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

⑥ تراشیدن ریش بیش از قبضه حرام است (مالابد منہ ص ۱۳)

ترجمہ: ڈاڑھی تراش کر ایک مشمت سے کم کرنا حرام ہے۔

④ ڈاڑھی منڈانا یا اتنی کتر وانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے

(فتاویٰ رحیمیہ: ۷۵)

فقہ شافعی کی تصریحات

علامہ احمد بن قاسم عبادی شافعی تحفة المحتاج شرح منہاج کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

(فائدہ) رافعی اور نووی ڈاڑھی منڈانا مکروہ فرماتے ہیں جس پر ابن رافعہ نے الکفایہ میں اعتراض کیا ہے کہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں صراحتہ حرام فرمایا ہے (لہذا مکروہ کہنا صحیح نہیں) حلیبی نے شعب الایمان میں اور ان کے استاذ قفال شاشی نے محاسن الشریعہ میں بھی یہی لکھا ہے اور ذریعہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ پوری ڈاڑھی بلا کسی عذر کے منڈانا حرام ہے

(تحفة المحتاج، فصل عقیقہ)

فقہ مالکی کی تصریحات

① فقہ مالکی کے مشہور عالم شیخ احمد نفر اوی مالکی، امام ابو زید کے رسالہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

فما علیہ الجند فی زماننا من أمر الخدم بحلق لحاهم دون شواربهم، لاشک فی حرمتہ عند جمیع الائمة لمخالفتہ لسنة المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ولموافقتہ لفعل الاعاجم والمجوس (باب الفطرة والختان)

ترجمہ: ہمارے زمانے کے فوجیوں کا جو طریقہ ڈاڑھی منڈانے اور مونچھیں نہ

منڈوانے کا ہے وہ بلا شک و شبہ حرام ہے، تمام ائمہ دین کے نزدیک، کیونکہ یہ سنت مصطفوی کے خلاف ہے اور عجیوں اور مجوسیوں کی موافقت ہے۔

(۲) شیخ احمد فاسی مالکی جو ”زورق“ سے شہرت یافتہ ہیں وہ بھی رسالہ مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ویمنع حلقها، وحلق الشیب منها و نشفه و يحرم عقدھا و ضفرھا.
ترجمہ: ڈاڑھی منڈانا منع ہے اس میں سے سفید بال نوچنا اور منڈانا بھی منع ہے، ڈاڑھی کو بٹنا اور اس میں گرہ لگانا بھی منع ہے۔

فقہ حنبلی کی تصریحات

الاقناع فقہ حنبلی کی مفتی بہ کتاب ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

(۱) واعفاء اللحية و يحرم حلقها^(۱)

ترجمہ: ڈاڑھی چھوڑنا ضروری ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے۔

(۲) واعفاء اللحية بان لا يأخذ منها شيئا و يحرم حلقها ذكره

الشيخ تقي الدين^(۲)

ترجمہ: ڈاڑھی بڑھانا اس طرح کہ اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹے ضروری ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے شیخ تقي الدين سبکی نے یہی بیان فرمایا ہے۔

(۳) المعتمد في المذهب حرمة حلق اللحية^(۳)

ترجمہ: حنبلی مذہب میں معتمد قول ڈاڑھی منڈانے کی حرمت کا ہے

(۴) ويعفى لحيته و يحرم حلقها^(۴)

ترجمہ: ڈاڑھی بڑھانا ضروری ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے۔

(۱) ابوالفتح شرف الدین موسیٰ جہاوی مقدسی م ۹۶۸ھ: اقناع فصل فی الاشارة والادب ۱۲

(۲) علامہ منصور بن ادریس حنبلی: کشاف القناع بشرح الاقناع ۱۲ (۳) علامہ محمد سفاری: غذاء الالباب
شرح منظومہ الآداب ۱۲ (۴) مختصر المقنع ورفقہ حنابلہ

فقہ ظاہری کی تصریحات

① وكان من عادة الفرس قص اللحية فهى الشارع من ذلك وأمر باعفائها^(۱)

ترجمہ: مجوسیوں کی عادت ڈاڑھی منڈانا تھا اس لئے شارع نے اس سے روکا اور اس کو چھوڑے رکھنے کا حکم دیا۔

② ابن حزم کی عبارت پہلے درج کی جا چکی ہے، اس قدر تصریحات فقہاء کے بعد بھی ”ڈاڑھی منڈانے کی حرمت“ میں دو رائیں ہو سکتی ہیں؟ اور اس کے فسق ہونے میں شک باقی رہ سکتا ہے؟

شرعی عذر

البتہ شرعی عذر کی وجہ سے ڈاڑھی منڈانا جائز ہے مثلاً زخم نکل آیا اور دوا لگانا ڈاڑھی منڈانے بغیر ممکن نہیں یا اس جگہ کوئی آپریشن کرانا ہے یا جوئیں اس قدر ہو گئی ہیں کہ کسی علاج سے ختم نہیں ہوتیں یا اس قسم کا اور کوئی عذر ہو تو پھر منڈانا جائز ہے۔ لان الضرورات تبيح المحظورات (اشباہ) اور اسی قسم کے عذر کی وجہ سے عورت بھی اپنے سر کے بال منڈا سکتی ہے (فتاویٰ رحیمہ ۲: ۲۳۱)

ڈاڑھی منڈانے والا فاسق ہے

پہلے فسق اور فاسق کے معنی لکھے جاتے ہیں علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں۔

① الفسق الترك لامر الله والعصيان والخروج عن طريق الحق

او الفجور (وفيه) الفاسق لان سلاخه عن الخير^(۲)

ترجمہ: فسق کے معنی ہیں اللہ کے حکم کو ترک کرنا، نافرمانی کرنا، راہ حق سے نکل جانا

(۱) قاضی شوکانی: نیل الاوطار / ۱۰۷ (۲) علامہ یعقوب فیروز آبادی: القاموس المحیط

اور بدکاری اختیار کرنا، فاسق کو اسی لئے فاسق کہا جاتا ہے کہ وہ خیر سے باہر نکل آتا ہے۔

(۲) الفسق مصدر واسم فعل : هو عدم اطاعة أمر الله فيشمل الكافر والمسلم العاصي^(۱)
ترجمہ: فسق مصدر اور اسم فعل ہے جس کے معنی ہیں اللہ کی اطاعت نہ کرنا یہ لفظ کافر اور گنہگار مسلمان دونوں کو شامل ہے۔

(۳) الفسق: الخروج عن طاعة الله بارتكاب الكبيرة وفي معنى ارتكاب الكبيرة الاصرار على الصغيرة بمعنى الاكثار منها سواء كانت من نوع واحد او من انواع مختلفة^(۲)
ترجمہ: فسق کے معنی ہیں گناہ کبیرہ کر کے اللہ پاک کی اطاعت سے نکل جانا اور گناہ کبیرہ کے حکم میں صغائر پر اصرار بھی ہے یعنی صغائر کثرت سے کرنا خواہ وہ ایک نوع کے ہوں یا مختلف انواع کے ہوں۔

(۴) الفاسق : من شهد ولم يعمل واعتقد^(۳)
ترجمہ: فاسق وہ ہے جو جانتا ہے اعتقاد رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا۔

(۵) الفاسق من أصر على معصية صغيرة أو أتى كبيرة^(۴)
ترجمہ: فاسق وہ ہے جو گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔
(۵) اصطلاح شریعت میں فسق کے معنی ہیں حدود شرع سے نکل جانا، گناہ کرنا یا کفر کرنا۔ عموماً عملی گناہ کو فسق کہا جاتا ہے اور ضروریات دین کے انکار کو کفر۔ پس فاسق کے معنی ہوئے ”اللہ کی اطاعت سے خارج ہونے والا“ قاموس میں ہے فَسَقَتِ الرَّطْبَةُ عَنْ قَشْرِهَا کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ اس سے

(۲) سعید خوری: اقرب الموائد۔ (۲) قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد گمری برہانپوری: دستور العلماء ۳: ۲۸۰، ۲۸۱ (۳) محقق سید شریف جرجانی: التعلیقات (۴) ابن علان صدیقی شافعی: دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین ۱/ ۲۱۱۔

فاسق بنایا گیا ہے کیونکہ فاسق بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے^(۱)
 ان تصریحات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ کا ارتکاب یا
 صغائر پر اصرار یعنی ان کو کثرت سے کرتے رہنا فسق ہے اور اس کا مرتکب
 فاسق ہے۔ ڈاڑھی منڈانا تو حرام ہے اس لئے کبیرہ گناہ ہے اور ایک مشیت سے
 کم کرنا سنت متوارثہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے جس پر
 اصرار بھی فسق ہے۔

ڈاڑھی سنت انبیاء اور تقاضائے فطرت ہے

ڈاڑھی رکھنا سنت انبیاء اور تقاضائے فطرت ہے، فطرت کے معنی بیان
 کرتے ہوئے عبدالرؤف مصری نے لکھا ہے:

الفطرة: هي الصفات التي تتكون منها شخصية الفرد او الأمة
 كالشجاعة والجبن والاخلاص والختل والكرم والبخل (مجمع القرآن)
 ترجمہ: فطرت کے معنی ہیں وہ خصوصی صفات جن کی وجہ سے کسی قوم یا کسی شخص کی
 اچھی بری شخصیت بنتی ہے جیسے بہادری، بزدلی، اخلاص و کبر و بخل و سخاوت وغیرہ۔
 یہ تو فطرت کے لغوی معنی تھے، شرعی معنی کی واضح تعبیر ہم اس طرح
 کر سکتے ہیں کہ ”فطرت انسان کے ان خصوصی صفات اور امتیازی نشانات کا نام
 ہے جو انسانی جبلت و فطرت کے عین مطابق ہوں۔ اور اس سے فرد یا قوم کی
 ممتاز شخصیت بنتی ہو اور اللہ پاک نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ امت
 مسلمہ کو حکم دیا ہو کہ تم اپنی شخصیت ان صفات کے ذریعہ بنا کر دنیا کی دیگر اقوام
 سے ممتاز ہو جاؤ“

اسلام میں اس قسم کی شخصیت بنانے والی چیزیں بہت ہیں جن میں

(۱) سید عبدالدائم جلالی: لغات القرآن کلمہ ”فاسق“ ۱۲

ڈاڑھی کا بھی شمار ہے۔ ہم اس جگہ اسی مناسبت سے ایک حدیث درج کر کے اس کے مندرجات کی مختصر تشریح پیش کرتے ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: عشر من الفطرة: قَصُّ الشَّارِبِ وإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسَّوَاكُ واستنشاقُ الماء وقَصُّ الأظفار وغسلُ البراجم ونف الأبط وحلقُ العانة وانتقاصُ الماء. قال الراوی: ونسيت العاشرة الا ان تكون المضمضة

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں (۱) مونچھوں کا کم کرنا (۲) ڈاڑھی کو چھوڑنا (۳) سواک کرنا (۴) ناک میں پانی لے کر اس کی صفائی کرنا (۵) ناخن تراشنا (۶) بدن کے جوڑوں کو دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) زیر ناف مونڈنا (۹) پانی سے استنجا کرنا، راوی دسویں چیز بھول گئے ہیں فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ وہ کبھی کرنا ہو۔ (مسلم، احمد، نسائی، ابوداؤد، اور بیہقی نے یہ حدیث روایت کی ہے۔)

باب خصال الفطرة ۲۶۱۶

① مونچھ تراشنا

مونچھوں کے بارے میں حدیثوں میں پانچ لفظ وارد ہوئے ہیں (۱) جَزُّ الشَّوَارِبِ (مونچھیں کاٹو) (۲) قَصُّ الشَّارِبِ (مونچھ کترنا) (۳) احْفُوا الشَّوَارِبِ (مونچھیں پست کرو) (۴) أَنهَكُوا الشَّوَارِبِ (مونچھوں کو اچھی طرح پست کرو) (۵) أَخَذُ الشَّارِبِ (مونچھ لینا)

مونڈنے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے ① اس لئے حضرت امام مالکؒ کے نزدیک مونڈنا منع ہے۔

(۱) نسائی شریف کے ایک نسخہ میں حلق کا لفظ ہے لیکن اس کے محفوظ ہونے کا یقین نہیں ہے ۱۲

ذهب کثیر منهم الى منع الحلق والاستئصال واليه ذهب مالك وكان يرى تأديب من حلقه وروى عنه ابن القاسم انه قال: إحتفاء الشارب مثله^(۱)

ترجمہ: بہت سے کوئی علما کی رائے یہ ہے کہ مونچھ کو مونڈ دینا اور بالکل مٹا دینا منع ہے امام مالک کا بھی یہی خیال ہے وہ تو مونڈنے والے کو سزا دینے کے بھی قائل ہیں، ابن القاسم کی امام مالک سے روایت ہے کہ مونچھ پست کرنا مثلاً (شکل بگاڑ دینا) ہے۔ احناف کے یہاں مونڈنے کے بدعت ہونے کا بھی ایک قول ہے۔

وفيه حلق الشارب بدعة^(۲) مجتبیٰ میں ہے کہ مونچھ کو مونڈنا بدعت ہے۔ احناف کے یہاں دوسرا قول مونڈنے کے سنت ہونے کا بھی ہے۔ ملتقی البحر نے اسی کو لیا ہے لیکن علانی نے در مختار میں اس کو قیل سے ذکر کر کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، مجتبیٰ میں امام طحاوی کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کی طرف بھی مونڈنے کے سنت ہونے کا قول منسوب کیا ہے۔ قال الطحاوی: قص الشارب حسن، والحلق سنة وهو أحسن من القص وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد لحديث أحفوا الشوارب (المنهل)

اختلاف اقوال کی وجہ یہ ہے کہ مونچھ کے سلسلہ میں جو پانچ لفظ مروی ہیں ان میں سے احناف اور انہماک کی دلالت مبالغہ پر ہے اور کامل مبالغہ منڈانے میں ہے۔ اس لئے بعض علماء نے منڈانے کو سنت فرمایا ہے، لیکن بات در حقیقت ایسی نہیں ہے کیونکہ اگر مونڈنا ہی مطلوب ہوتا تو اس کے لئے ”حلق“ کا لفظ عربی لغت میں موجود ہے، پھر بھی اس کو استعمال نہ کرنا اور اس

(۱) شوکانی، نیل الاوطار، باب اخذ الشارب ۱۲ (۲) علانی در مختار ۵/ ۵۸ بیان حظرو اباحہ

کی جگہ دوسرے الفاظ استعمال کرنا غمازی کرتا ہے کہ حلق پسندیدہ نہیں ہے اس لئے مونڈنے کے سنت ہونے کا قول احناف کے نزدیک مرجوح ہے۔

البتہ راجح اور افضل شکل کے متعلق احناف کے یہاں تین قول ہیں:

(۱) مونچھیں اتنی کاٹ لی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔ ابن عابدینؒ مجتبیٰ سے نقل کرتے ہیں:

والقص منه حتی یوازی الحرف الا علی من الشفة العلیاء
سنة بالاجماع^(۱)

ترجمہ: مونچھ اس طرح کترنا کہ اوپر کے ہونٹ کے اوپر کے کنارہ کے برابر ہو جائے بالاجماع سنت ہے۔

فیسن احفاء ۵ حتی تبدو الشفة العلیاء ولا یحفیہ من
اصلہ والامر باحفائہ محمول علی ما ذکرہ^(۲)

ترجمہ: مسنون اتنا پست کرتا ہے کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی ظاہر ہو جائے اور بالکل جڑ سے پست نہ کر دے احادیث میں جو احفاء شوارب کا حکم آیا ہے اس سے یہی معنی مراد ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ بھنوں کے مانند بنادے، صاحب ہدایہ نے
”التجنیس والمزید“ میں لکھا ہے:

ینبغی للرجل ان یأخذ من شاربه حتی یصیر مثل الحاجب^(۳)
ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ مونچھ اس طرح کترے کہ وہ بھنوں کے مانند بن جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی طریقہ لکھا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ پوری مونچھ کتر کر بالکل پست کر دی جائے

(۱) حوالہ سابق (۲) بن حجر: نقل عنہ فی البذل ۱/۳۳

(۳) نقل عنہ السید التھانوی فی الطرائف والظرائف ۱۲

مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فكل هذه الالفاظ تدل على ان المطلوب المبالغة في الازالة قال الطحاوی: رأيت المزنی صاحب الشافعی یحفی وکذا رأیت اصحابنا. ترجمہ: پانچوں لفظ دلالت کرتے ہیں کہ مقصود بالوں کے ددر کرنے میں مبالغہ کرنا ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کے شاگرد مزنی کو مونچھ پست کراتے دیکھا ہے اور اپنے علماء کو بھی ایسا کرتے دیکھا ہے۔

لہذا اس سلسلہ میں قول فیصل یہ ہے کہ مونڈنا بدعت نہیں، البتہ سنت کترنا ہے اور وہ بھی مبالغہ کے ساتھ، اس طرح کہ تمام بال پست کر دیئے جائیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض حضرات کا مختار تراشنے میں مبالغہ کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الاحفاء افضل من الحلق اس لئے اوپر کے ہونٹ کے تمام بال قینچی سے اچھی طرح تراش لینا ہی پسندیدہ اور مختار ہے، سیدی مولانا زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ایک جماعت علمائے سلف کی اس طرف گئی ہے کہ مونچھوں کا منڈنا سنت ہے، لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتر وانا سنت ہے لیکن کتر وانا میں ایسا مبالغہ ہو کہ منڈنے کے قریب ہو جائے۔ (خصائل نبوی، شرح شمائل ترمذی ص ۹۳)

قال الطحاوی: قصه حسن واحفاؤه احسن وافضل وهذا مذهب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ

(معانی الآثار ۲/۳۳۴)

مسئلہ:- مونچھ کی دائیں جانب سے کترنے کی ابتدا کرنا مستحب ہے یا مستحب ان یبدأ بالجانب الايمن (یعنی)

مسئلہ:- مونچھ خود بھی کتر سکتا ہے اور دوسرے سے بھی کتر واسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا دوسرے سے مونچھ کٹوانا مروی ہے۔

عن طارق بن حبيب: أنَّ حجاماً أخذ من شارب النبي صلى الله عليه وسلم فرأى شبيبة في لحيته فاهوى إليها لياخذها فأمسك النبي صلى الله عليه وسلم يده وقال: من شاب شبيبة في الاسلام كانت له نوراً يوم القيامة. رواه الخلال في جامعه (معنى ۱/۹۱)

ترجمہ: طارق بن حبيب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی باربر نے رسول اللہ ﷺ کی مونچھیں کاٹیں اس نے ریش مبارک میں سفید بال دیکھے چنانچہ اس نے ان کو کاٹ لینے کا ارادہ کیا، آنحضرت ﷺ نے اس کا ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ جو شخص اسلام کی حالت میں خواہ کسی قدر بھی بوڑھا پادیکھے تو وہ بوڑھلا اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

وهو مخير بين القص بنفسه وبين ان يولى ذالك غيره
لحصول المقصود بخلاف الابط والعانة (یعنی)

ترجمہ: حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح بخاری شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”مونچھ کاٹنے کے بارے میں انسان کو اختیار ہے کہ خواہ خود کاٹے یا کسی سے کٹوائے کیونکہ مقصد دونوں صورتوں میں حاصل ہو جاتا ہے البتہ بغل اور زیر ناف دوسرے سے نہ کٹوائے۔“

مسئلہ: تاک کے بال قینچی سے لئے جائیں اکھاڑے نہ جائیں عن عبد الله بن بشير رحمه الله مرفوعاً لا تنفوا الشعر الذى يكون فى الانف فانه يورث الاكلة ولكن قصره قصاً ذكره فى شرح السنة (مرقات ۴: ۲۵۶)

② ناخن تراشنا

ناخن تراشنے کے لئے کوئی خاص طریقہ مروی نہیں ہے جس طرح چاہے جس انگلی سے چاہے شروع کر سکتا ہے اور جس پر چاہے ختم کرے، البتہ دائیں ہاتھ سے شروع کرنا سنت ہے۔ يستحب كيف ما احتاج اليه ، ولم

یثبت فی کیفیتہ شیءٌ ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا
انہ لا یتَرَک اکثر من اربعین یوما قالہ الحافظ ابن حجر العسقلانی^(۱)
مسئلہ: تراشیدہ ناخن دفن کرنا اولیٰ ہے، السراج الوہاج میں ہے کہ بدن کے
بال، ناخن اور ہر وہ جز جو بدن سے جدا ہو اس کو دفن کرنا چاہئے^(۲)
اگر دفن نہ کرے تو کسی علحدہ جگہ میں ڈال دے، استعمال کی جگہ میں ڈالنا
مضر ثابت ہو سکتا ہے فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ کٹے ہوئے بال اور ناخن پھینکنا
بھی جائز ہے (۱۲۲:۱)

وفی القنیۃ: اذا قلم اظافیرہ او جزّ شعرہ ینبغی ان یدفن قلامتہ
فان رمی بہ فلا بأس وان القاه فی الکنیف او المغتسل یکرہ
(مرقات ۲/۴۵۶)

۳۳ بغل کے بال لینا

مجتبیٰ میں بغض حضرات کی یہ رائے نقل کی ہے کہ بغل کے بال موٹنا
اور اکھاڑنا دونوں حسن ہیں (شامی) لیکن احادیث میں بغل کے بالوں کے بارے
میں ”نیف“ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ”بال اکھاڑنا، نوچنا“ اس
لئے افضل اکھاڑنا ہے اس میں تین فائدے ہیں (۱) بال دیر سے نکلیں گے اس
لئے جلد جلد صفائی کی حاجت پیش نہیں آئے گی (۲) بغل میں بو کم سے کم پیدا
ہوگی۔ (۳) جب دوبارہ بال نکلیں گے تو چھپیں گے نہیں۔

البتہ عادت نہ ہونے کی وجہ سے اکھاڑنے کی ہمت نہ ہو اور درد برداشت
کرنے کی سکت نہ ہو تو پھر موٹنا بھی جائز ہے۔ يجوز فیہ الحلق والتف
اولیٰ (شامی) الافضل فیہ التف ان قوی علیہ (نووی) نووی نے یہ قصہ

(۱) محدث سہارنپوری: بذل الحمد ۱/۳۳۳۔ ۱۲ (۲) تھانوی رحمۃ اللہ علیہ: الطرائف والظرائف ۱۲

بھی لکھا ہے کہ ایک باریونس بن عبدالاعلیٰ حضرت امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ حجام سے بغل منڈا رہے تھے یونس رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے فرمایا علمتُ أن السنة التنف ولكن لا اقوی علی الوجع^(۱) (مجھے معلوم ہے کہ اکھاڑنا سنت ہے لیکن درد برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں)

ظاهر الفاظ الحدیث تدل علی افضلیۃ التنف و کذا الروایات الفقہیۃ الا انه یجوز الحلق ایضاً لاسیما وقت الالم^(۲)

مسئلہ :- دائیں بغل سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ :- نورہ، اور بال صاف کرنے والے صابون سے بھی بغل کے بال لینا جائز ہے^(۳)

ویجوز استعمال النورۃ ایضاً^(۴) وان ازال الشعر بالحلق والنورۃ جاز و تنفہ افضل لموافقته الخبر (مغنی ۱/۸۷)

مسئلہ :- بلا ضرورت غیر سے بغل منڈانے کے متعلق علما میں اختلاف ہے بعض مکروہ فرماتے ہیں بعض اس سے ہلکا شمار کرتے ہیں۔ علامہ عینی کی رائے ”موجھ“ کے بیان میں درج ہو چکی ہے کہ زیر ناف کی طرح بغل بھی خود مونڈنا چاہئے، نووی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے مجمع بحار الانوار میں ہے۔

قیل: هو (ای تنف الإبط او حلقه) اقرب الی الکراہۃ من قص الاظفار لقرب سترہ عن الاعین من حفظ المروءۃ، وسوی النووی بین الإبط والعانة فی التولی بنفسه لمافیہ من هتک المروءۃ بخلاف الشارب البتہ ضرورت کے وقت دوسرے سے منڈانا بلا کراہت جائز ہے، امام شافعیؒ کا حجام سے بغل مونڈانا بھی اسی کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

(۱) شوکانی: نیل الاوطار ۱۲ (۲) مالی انور شاہ کشمیری ۱۲ (۳) نیل الاوطار ۱۲ (۴) مالی انور شاہ

۴) زیر ناف مونڈنا

(۱) بعض حضرات کا خیال ہے کہ ”عانة“ مرد اور عورت کی آگے کی شرمگاہوں کے ارد گرد اُگنے والے بالوں کا نام ہے اور ابن سرتج سے مروی ہے کہ ”عانة“ مرد اور عورت کی پچھلی شرمگاہوں کے بال ہیں، لیکن محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ دونوں ہی ”عانة“ ہیں نوویؒ فرماتے ہیں فیحصل من مجموع هذا استحباب حلق جميع ما على القبل والدبر (مذکورہ دونوں قولوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ آگے اور پیچھے کی شرمگاہوں پر لگنے والے بالوں کا مونڈنا مستحب ہے) سید مرتضیٰ زبیدی نے ”اتحاف السادة المتقين“ (۴۱۵/۵) میں بھی یہی لکھا ہے۔ لہذا یہی صحیح ہے۔

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض زیادہ قوی نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ عانة لغت میں پیٹ سے نیچے بال لگنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ العانة منبت الشعر في اسفل البطن (المنجد) وقال ابو الهيثم : العانة منبت الشعر فوق القبل من المرأة وفوق الذکر من الرجل۔ لہذا پچھلی شرمگاہ ”عانة“ کے لفظ سے کس طرح مراد لی جاسکتی ہے؟ رہا استحداد کا لفظ تو اس کی شرح دوہری حدیث میں حلق العانة سے وارد ہوئی ہے اس لئے استحداد سے بھی عموم مراد لینا صحیح نہیں نیز صحابہ کرام اور حضور ﷺ سے پچھلی شرمگاہ کے بال مونڈنے کا ثبوت بھی نہیں ہے۔

یہ اشکال اس لئے قوی نہیں ہے کہ ”عانة“ کے لغوی معنی ہی سے استدلال ممکن ہے کیونکہ لغت میں پیٹ کے نیچے بال لگنے کی جگہ کو ”عانة“ کہتے ہیں لیکن مراد مجاز اُبال ہیں کیونکہ بال ہی مونڈے جاسکتے ہیں، اور پیٹ کے نیچے سے جن بالوں کی روئیدگی شروع ہوتی ہے وہ پچھلی شرمگاہ کے حوالی

پر جا کر تمام ہوتی ہے، ران کے بال اس سے علیحدہ ہوتے ہیں اگرچہ بالکلیہ علیحدہ نہیں ہوتے لیکن فی الجملہ علیحدگی شخص معلوم کر سکتا ہے، لہذا پیٹ کے نیچے سے جو بال اگنا شروع ہوتے ہیں وہ جہاں تک پہنچیں گے ”عانہ“ ہی کہلائیں گے اور حضور ﷺ اور صحابہؓ سے جب ”عانہ“ کا حلق ثابت ہو گیا تو یہ تمام بال اس کے تحت داخل ہو گئے الگ الگ ہر حصہ کے لئے ثبوت درکار نہیں ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین کے شارح سے یہی نقل کیا ہے اور پچھلی شرمگاہ کے بال لینے کی حکمت یہ بیان کی ہے خوفاً من ان تعلق به شيء من الغائط ولا يمكن ازالته بالاستجمار^(۱) (ان کو مونڈنا اس اندیشہ سے ہے کہ کہیں نجاست ان کے ہمراہ الجھ کر نہ رہ جائے اور کلوخ سے اس کو زائل کرنا ممکن نہ ہو سکے)

(۲) ”عانہ“ کے لئے حلق (مونڈنا) یا استجداد (لوہا استعمال کرنا) کے الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں اس لئے اولیٰ اور افضل یہی ہے کہ استرہ یا بلیڈ وغیرہ لوہے کی چیز سے بال مونڈے جائیں کیونکہ لوہا استعمال کرنا مقوی باہ ہے۔

حلق العانة يُعينُ الشهوة لانه يذكر النفس ولانه يشير الحرة ويجذب الدم والروح الى الات التناسل (کلیات نفیسی ص ۴۱۹)
وکذا فی السیدی فی الفن الاول فی القول فی الجماع ص ۹۵
وکذا فی الأقسرائی ص ۹۰

الحلق افضل لموافقتہ الخبر وقد قال ابن عمر: هو ممّا احدثوا من النعيم یعنی النورة (معنی ۸۷/۱)

ترجمہ: مونڈنا افضل ہے کیونکہ وہ حدیث کے ارشاد کے مطابق ہے اور اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ ”نورہ“ کا استعمال انسان کی ایجاد کردہ ترفہات

کے قبیل سے ہے۔

(۳) لیکن کترنا، چوننا اور صابون وغیرہ سے صاف کرنا بھی جائز ہے۔
شامیؒ نے ہندیہ سے نقل کیا ہے لو عالج بالنورة يجوز اور ابن قدامہ
نے لکھا ہے۔

وبأى شيء ازاله صاحبه فلا باس لان المقصود ازالة قيل لابی عبد
الله ترى ان ياخذ الرجل سيفلته بالمقراض وان لم يستقص؟ قال ارجو ان
يجزئه ان شاء الله قيل يا ابا عبد الله ما تقول فى الرجل اذا تنف عانته؟
فقال : وهل يقوى على هذا احد؟ وان اطلی بنورة فلا باس (معنی/۱۸۶)
ترجمہ: زیر ناف کے بال جس چیز سے بھی صاف کرنا چاہئے اس کی گنجائش ہے
کیونکہ مقصد ان کا ازالہ ہے، امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ زیر ناف قینچی سے لینا کیسا
ہے جبکہ اس سے پوری طرح بالوں کا ازالہ نہیں ہوتا؟ امام احمدؒ نے فرمایا کہ مجھے
امید ہے ان شاء اللہ کافی ہو جائے گا، پوچھا گیا کہ زیر ناف نوچنا کیسا ہے؟ آپ
نے جواب دیا بھلا اس کی طاقت کسی کو ہو سکتی ہے؟ البتہ اگر وہ ”نورہ“ استعمال کرے تو
گنجائش ہے۔

علامہ شوکانی نے اکھاڑنے کو بھی جائز کہا ہے لیکن اکھاڑنے کا حکم عورتوں
کے لئے ہے اگرچہ شوکانی نے اس کی تصریح نہیں فرمائی۔

(۴) عورت کے لئے نتف (اکھاڑنا) سنت ہے، ابن نجیمؒ کی ”الاشباہ
والنظائر“ سے شامیؒ نے نقل کیا ہے والسنة فى عانة المرأة التتف کیونکہ
اس سے محل نرم رہتا ہے اور عورت میں وہی مطلوب ہے البتہ اگر درد وغیرہ کا
احتمال ہو تو پھر نورہ صابون وغیرہ سے صاف کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس سے بھی جگہ
نرم رہتی ہے اور آخری شکل استرہ وغیرہ سے مونڈنے کی ہے وہ بھی جائز ہے۔
(۵) موئے زیر ناف مونڈنے کی ابتدائے نیچے سے کرنا چاہئے۔

وَيَتَدَيُّ مِنْ تَحْتِ السُّرَّةِ (شامی) کذا فی العالمگیریہ (۳۶۸/۵)
 (۶) اکثر حضرات کے منسربہ^(۱) اور عانہ میں فرق ہوتا ہے، البتہ بعض
 حضرات جن کے سینے اور پیٹ پر بکثرت بال ہوتے ہیں ان کو اشتباہ ہو سکتا ہے،
 پس اس سلسلہ میں یہ بات تو قطعی ہے کہ ناف کے نیچے ہی عانہ ہوتا ہے ناف
 سے اوپر نہیں ہوتا اس لئے بصورت اشتباہ وہ ناف کے نیچے سے بال مونڈے۔

مذکورہ چیزوں کے لئے وقت کی تحدید

مذکورہ چار چیزوں (موچھیں کترنا، ناخن تراشنا، بغل صاف کرنا اور زیر
 ناف مونڈنا) کے متعلق مستحب یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار صفائی کرے، افضل
 جمعہ کا دن ہے، پندرہ بیس روز میں ایک بار صفائی کرے تو بھی جائز ہے البتہ
 چالیس دن سے زائد صفائی نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے جس کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔
 حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وقت لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في قص الشارب وتقليم
 الاظفار ونتف الابط وحلق العانة ان لا نترك اكثر من اربعين ليلة^(۲)
 ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے موچھیں ترشنے ناخن تراشنے، بغل
 صاف کرنے اور زیر ناف لینے کے لئے وقت کی تحدید فرمادی ہے کہ ہم چالیس
 روز سے زائد نہ چھوڑیں۔

یعنی زائد سے زائد چالیس روز تک گنجائش ہے اس کے بعد پھر ترک
 صفائی کی گنجائش نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ شامی نے لکھا ہے۔ مکروہ ترکہ
 تحریمًا لقول المجتبی: ولا عذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید۔
 نیز اس کی نماز بھی مکروہ ہوگی۔ فان ترك الى اربعين يوماً فصلوته مكروهة

(۱) منسربہ: سینہ کے درمیان میں پیٹ تک کے بال ۱۲ (۲) احمد، ترمذی، نسائی، ابوداؤد ۱۲

قاله فی القنیۃ^(۱)

حدیث: آنحضور ﷺ ہر جمعہ کو ناخن اور مونچھ درست فرماتے اور بیسویں روز زریں ناف اور چالیسویں روز بغل کے بال صاف کرتے تھے^(۲)

⑤ مسواک کرنا

طہارت و نفاخت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں پر خاص طور سے زور دیا ہے اور بڑی تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک مسواک بھی ہے ایک حدیث میں آپ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ ”اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا ان پر لازم کر دیتا۔“

مسواک کے جو طبی فوائد ہیں اور بہت سے امراض سے اس کی وجہ سے جو تحفظ ہوتا ہے آج کل کا ہر صاحب شعور اس سے کچھ نہ کچھ واقف ہے لیکن دینی نقطہ نگاہ سے اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ راضی کرنے والا عمل ہے^(۳)

مسواک کے خاص اوقات

رسول اللہ ﷺ ہر نیند سے جاگنے کے بعد خاص کرات کو تہجد کے لئے اٹھنے کے وقت پابندی اور اہتمام سے مسواک فرماتے تھے اس کے علاوہ باہر سے جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مسواک صرف وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سوکر اٹھنے کے بعد اور مسواک کئے زیادہ دیر گزرنے کے بعد اگر وضو کرنا نہ بھی ہو جب بھی مسواک کر لینی چاہئے۔

(۱) مابلی شیخ انور شاہ قدس سرہ ۱۲ (۲) التعلیق الصبح ۴/۴۰۵ (۳) مولانا محمد منظور نعمانی صاحب:

معارف الحدیث ۳/۵۴ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب: معارف الحدیث ۳/۵۷

ہمارے علمائے کرام نے ان ہی احادیث کی بناء پر لکھا ہے کہ مسواک کرنا یوں تو ہر وقت میں مستحب اور باعث اجر و ثواب ہے لیکن پانچ موقعوں پر مسواک کی اہمیت زیادہ ہے (۱) وضو میں (۲) نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت (اگر وضو اور نماز کے درمیان زیادہ فاصلہ ہو گیا ہو) (۳) اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے، (۴) اور سونے سے اٹھنے کے وقت (۵) اور منہ میں بدبو پیدا ہو جانے یا دانتوں کے رنگ میں تغیر آجانے کے وقت ان کی صفائی کے لئے^(۱)

مسواک سے نماز قیمتی بنتی ہے

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تفضل الصلوة التي يستاك لها على الصلوة التي لا يستاك لها سبعين ضعفا.

(بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ نماز جس کے لئے مسواک کیا جائے اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے سترگنی فضیلت رکھتی ہے۔

مطلب: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے بدرجہا اور بہت زیادہ افضل ہے اور اگر ”سبعین“ سے مراد ستر کا خاص عدد ہو تب بھی کوئی استبعاد نہیں ہے۔ جب کوئی بندہ مالک الملک اور احکم الحاکمین کے دربار عالی میں حاضری اور نماز کے ذریعہ اس سے مخاطبت اور مناجات کا ارادہ کرے اور یہ سوچے کہ اس کی عظمت و کبریائی کا حق تو یہ ہے کہ اپنے دہن و زبان کو مشک و گلاب سے دھو کے اس کا نام نامی لیا جائے اور اس کے حضور میں کچھ عرض کیا جائے، لیکن چونکہ اس مالک نے اپنی عنایت و رحمت سے صرف مسواک ہی کا حکم دیا ہے

اس لئے میں مسواک کرتا ہوں۔

بہر حال جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اس احساس اور ادب کے اس جذبے سے نماز کے لئے مسواک کرے تو وہ نماز اگر اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لئے مسواک نہ کی گئی ہو ستر یا اس سے بھی زیادہ درجے افضل قرار دی جائے تو بالکل حق ہے حقیقت تو یہ ہے ۷

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است
(معارف ۶۴/۳)

روزہ دار زوال کے بعد بھی مسواک کر سکتا ہے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ صائم کے منہ کا خلوف (معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے جو بو منہ میں محسوس ہوتی ہے) اللہ پاک کو مشک سے زیادہ پسند ہے اور مسواک کرنے سے وہ زائل ہو جاتی ہے۔

لیکن احناف رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خلوف، معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بو کا نام ہے اور وہ مسواک کرنے سے زائل نہیں ہوتی، مسواک سے منہ کی بدبو زائل ہوتی ہے جس کا زائل کرنا ضروری ہے، جمہور ائمہ کا بھی یہی مذہب ہے، نیز مستدلات فقہاء میں غور کرنے سے بھی حضرت امام ابو حنیفہؒ اور جمہور کا مسلک ہی قوی معلوم ہوتا ہے، اور حدیث لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک کا تعلق مسواک کے مسئلہ سے نہیں ہے بلکہ فضائل صوم سے ہے کہ جب صائم کا خلوف (جو بے وقعت اور ناپسندیدہ چیز ہے) اللہ پاک کو اس قدر پسند ہے تو سارے روزہ کا مرتبہ اللہ پاک کے نزدیک کیا کچھ ہوگا؟

ایک توجیہ حدیث شریف کی یہ بھی ہے کہ روزہ دار سے گفتگو کرتے وقت بومحسوس ہو تو لوگوں کو ناگواری محسوس نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بواللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے، پھر لوگوں کو کیوں ناپسند ہے؟!

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی ایک اور توجیہ فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

وہ حدیث جس میں روزہ کی حالت میں حضور ﷺ کا مسواک فرمانا مروی ہے اور خلوف کی حدیث دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ اس قسم کے کلام سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے، گویا آپ نے یہ فرمایا کہ ”وہ روزہ دار خدا تعالیٰ کو ایسا محبوب ہے کہ اگر اس کے منہ میں بو بھی ہوتی تو وہ بھی اس کی محبت کی وجہ سے اچھی معلوم ہوتی۔“ (حجۃ اللہ ۲/ ۱۷۳)

علاوہ بریں حضور ﷺ کا روزہ کی حالت میں بکثرت مسواک فرمانا مروی ہے۔ عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ:

”میں گن بھی نہیں سکتا اتنی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں مسواک فرماتے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔“ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، حمیدی، ۱: ۷۷)

یہ حدیث مطلق ہے لہذا بعد زوال کو بھی شامل رہے گی۔ بخاری شریف میں ترجمۃ الباب میں حضرت ابن عمرؓ کا فتویٰ مذکور ہے کہ صائم دن کے شروع حصہ میں اور آخر حصہ میں مسواک کر سکتا ہے۔ (تیسیر الوصول ۲: ۳۱۱)

مسئلہ: مسواک پیلو وغیرہ نرم لکڑی کی ہونی چاہئے والمستحب ان یستاک بعد من إراک ویكون لینا (عمدة القاری)

مسئلہ:۔ بوقت ضرورت ہر اس شے سے جس سے منہ کی صفائی ہو جائے مثلاً انگلی، موٹا کپڑا وغیرہ سے بھی مسواک کی سنت ادا ہو جائے گی (نیل الاوطار)

إذا لم يجد السواک یعالج باصبعه (عمدة القاری)

مسئلہ: منجن خواہ سفوف کی شکل کا ہو (TOOTHPOWDER) یا پس کی طرح کا ہو (TOOTH PASTE) ان سے بھی سنت مسواک ادا ہو جائے گی۔

والعلک للمرأة یقوم مقام السواک (عمدة القاری)

مسئلہ: برش (BRUSH) سے بھی سنت ادا ہو جائے گی البتہ طبعی طور پر جو لکڑی کے فوائد ہیں وہ حاصل نہ ہوں گے، اس لئے بطور فیشن اس کی عادت ڈالنا مناسب نہیں اور نہ بلا ضرورت وہ مسواک کا قائم مقام ہوگا، مزید برآں اس کی عادت بنالینے کی صورت میں مسوڑوں کو نقصان بھی پہنچتا ہے

(فتاویٰ دارالعلوم ۷/ ۲۵۱)

فتاویٰ رحیمہ میں ہے کہ ”اصل سنت درخت کی مسواک ہے وہ میسر نہ ہو یا دانت نہ ہوں یا دانت یا مسوڑوں کی خرابی کی وجہ سے مسواک سے تکلیف ہوتی ہو تو ضرور ہاتھ کی انگلیوں یا موٹے کھر دے کپڑے یا منجن، ٹوٹھ پیسٹ یا برش سے مسواک کا کام لیا جاسکتا ہے مگر مسواک کے ہوتے ہوئے مذکورہ چیزیں مسواک کی سنت ادا کرنے کے لئے کافی نہیں اور مسواک کی سنت کا پورا اجر حاصل نہ ہوگا۔ لا تقوم الاصابع مقام العود عند وجودہ ترجمہ: مسواک کی موجودگی میں انگلیاں اس کے قائم مقام نہیں بن سکتیں (کبیری ص ۳۲، بحر ۱/ ۲۱) جب مسواک کی موجودگی میں انگلیاں مسواک کے قائم مقام نہیں

ہو سکتیں تو برش وغیرہ کیسے مسواک کے قائم مقام ہو سکتے ہیں؟ (فتاویٰ رحیمہ ۱: ۱۳۶)

مسئلہ: منہ کے ہر حصہ میں (دانت، مسوڑے، زبان، تالو وغیرہ) جہاں جہاں متعفن مادہ ہو مسواک کرے ویستاک علی اسنانه ولسانه الی ان یطمنن

قلبه بزوال النکھة (عمدة القاری) عن ابی موسیٰ قال : دخلت علی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یستاک ، وطرف السواک علی

لسانه وهو یقول عا (نسائی باب کیف یستاک) دل الحدیث علی انه

لا يختص السواك بالأسنان (المنهل)

جۃ اللہ البالغہ میں ہے ”ینبغی للانسان ان يبلغ بالسواك اقاصی الفم فیخرج بلاغم الحلق والصدر، والاستقصاء فی السواک ینذهب بالقلاع ای داء الفم، ویصفی الصوت ویطیب النکھة: ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ منہ کے اندر اچھی طرح مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم نکالے اور منہ میں خوب اندر تک مسواک کرنے سے مرض قلاع (منہ کی ایک قسم کی بیماری) دور ہو جاتا ہے اور آواز صاف ہو جاتی ہے اور منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔ (۴۵۰/۱)

مسئلہ: مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑنا چاہئے۔ والسنۃ امساکہ بالیمین (المنهل)
مسئلہ: مسواک عرضاً (چوڑائی میں) یعنی دائیں سے بائیں اور اس کا الٹا کرنا پسندیدہ ہے اور طولاً (لمبائی میں) یعنی اوپر سے نیچے اور اس کا الٹا کرنا بھی جائز ہے۔
عرضاً مسواک کرنے کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں، دیکھئے (المنهل ۱/۱۷۸) اس لئے امام الحرمین نے فرمایا ہے کہ یمر السواک علی طول الاسنان وعرضها فان اقتصر علی احد هما فالعرض اولی (دانتوں پر طولاً اور عرضاً مسواک کرنا چاہئے اور اگر صرف ایک پر اکتفا کرے تو پھر عرضاً کرنا اولی ہے) (المنهل ۱/۱۷۹)

حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث ”یشوص فاه بالسواک“ میں الشوص کے عام طور پر معنی الاستیاک بالعرض کئے جاتے ہیں لیکن امام وکیع نے بالطول (نیچے سے اوپر اور اس کا الٹا مسواک کرنا) بھی معنی کئے ہیں (مقدمہ فتح الباری ص ۱۳۸)

⑥ ناک کی صفائی کرنا

اسلام نے نظافت و طہارت کے اہتمام کی تاکید فرمائی ہے، ایک حدیث

میں وارد ہے۔

ان الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود فنظفوا أفنيتمكم ولا تشبهوا باليهود۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ ستھرے ہیں، پاکی کو پسند فرماتے ہیں۔ نظیف (پاکیزہ) ہیں، ستھرائی کو پسند کرتے ہیں، کریم ہیں کرم کو پسند فرماتے ہیں جواد ہیں سخاوت کو دوست رکھتے ہیں لہذا اپنے صحن کو ستھرا رکھو اور یہودیوں کی مشابہت اختیار مت کرو^(۱)

اسلام میں بدن کے ہر عضو کی نظافت مطلوب ہے، حتیٰ کہ کپڑوں کی بھی، لیکن بعض اعضا جو محل کثافت ہیں، حضور ﷺ نے خصوصی طور پر ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے منہ اور ناک کی صفائی بھی اسی قبیل سے ہے۔
کسی وجہ سے منہ میں تغیر محسوس ہو تو فوراً مسواک کر کے صفائی کر لینا چاہئے، اسی طرح اگر ناک میں تعفن و کثافت محسوس ہو تو فوراً صفائی کر لینی چاہئے، ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہے۔
بہر حال امور فطرت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ انسان کا منہ اور ناک ہر وقت صاف رہیں، نہ یہ کہ کثافت سے لبریز، جس سے ساتھ والوں کو کبیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔

مسئلہ: ناک کی صفائی کے لئے پانی ناک میں کھینچ کر پھر سانس کی قوت سے جھڑک کر نکال دینا چاہئے، اس طرح چند بار کرنے سے صفائی ہو جائے گی۔
مسئلہ: پانی ڈالنے کے لئے دلیاں ہاتھ اور ناک جھاڑنے کے لئے بیاں ہاتھ استعمال کرنا چاہئے۔

(۱) یہ الفاظ سعید بن المسیب کے ہیں اور موقوف ہیں، دوسرے روایت سعد بن ابی وقاصؓ سے انہی الفاظ کے ساتھ مرفوع بھی روایت کرتے ہیں مگر ان میں ”یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو“ کے الفاظ نہیں ہیں (ترمذی باب فی النظافة من ابواب الادب)

مسئلہ: ناک میں انگلی ڈال کر صفائی کی ضرورت پیش کئے تو اس کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہئے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں ناک میں پانی کھینچنا جائز نہیں نہ اونچا چڑھانا چاہئے، ممکن ہے پانی جوف دماغ میں پہنچ جائے، تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

ببالغ فی الاستشاق الا ان ناک میں اچھی طرح پانی چڑھا کر صفائی
تکون صائماً (ابوداؤد، کیا کرو الا یہ کہ تم روزہ کی حالت میں
ترمذی، نسائی) ہوؤ (تو پھر پانی زیادہ اونچانہ چڑھاؤ)

④ جوڑوں کا دھونا

براجم، بُرْجُمۃ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں:

العقد التی فی ظہور الاصابع انگلیوں کے جوڑ کی پشت جہاں میل
یجتمع فیہ الوسخ (نہایہ: ابن اثیر) کچیل جمع ہو جاتا ہے، براجم ہے۔
لیکن حدیث میں صرف یہی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ بدن کا ہر وہ حصہ مراد
ہے جہاں میل کچیل جننے کا احتمال ہے۔

قال العلماء: ویلحق بالبراجم ما یجتمع من الوسخ فی معاطف
الاذن وقعر الصماخ فیزیلہ بالمسح ونحوہ (شوکانی: نیل الاوطار)
ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ براجم ہی کے حکم میں کان کے شکن اور سوراخ میں مجتمع
ہونے والا میل بھی ہے اسے پونچھ کر یا کسی اور طریقہ سے زائل کرنا چاہئے۔

وکذلك ما یجتمع فی داخل الانف وجميع رِسخ المجتمع
علی ای موضع من البدن بالعرق والغبار ونحوهما (امینہل)
ترجمہ: اسی طرح وہ آلائش جو ناک میں جمع ہو جاتی ہے نیز وہ میل کچیل جو بدن

کے کسی بھی حصہ میں پسینہ یا غبار کی وجہ سے جمع ہو جاتا ہے (بحکم بر اجم ہے) خلاصہ یہ ہے کہ بدن کا ہر وہ حصہ جہاں میل جمنے کا احتمال ہے اس کو صاف رکھنا بھی امور فطرت میں شمار کیا گیا ہے اور حکم نظافت بدن کے لئے دیا گیا ہے۔ مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض اکابر علماء نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ اصول معلوم ہو گیا کہ جسم کی صفائی اور اپنی ہیئت اور صورت کی درستی اور ہر ایسی چیز کا ازالہ اور اس سے اجتناب جن سے گھن آئے اور کراہیت پیدا ہو احکام فطرت میں سے ہے اور طریقہ انبیاء ^(۱) ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ ناخن کاٹنے کے بعد انگلیوں کے سروں کو دھونا مستحب ہے، اور ممکن ہے کہ ”بر اجم“ سے وہی معنی مراد ہوں کیونکہ اگر بغیر دھوئے کھجلے گا تو خارش پیدا ہو سکتی ہے (مغنی ۱/۸۸)

⑧ انتقاص الماء کے تین معنی ہیں

اول: پانی سے استنجا کرنا۔ اگر نجاست (بول و براز) مخرج سے نہ بڑھی ہو تو استنجا کرنا سنت ہے اور امور فطرت میں سے ہے اور اگر نجاست مخرج سے بڑھ چکی ہے تو پھر اس کا حکم مانند دوسری نجاستوں کے ہے یعنی پانی سے دھونا ضروری ہے (وکیع رحمہ اللہ نے یہی معنی بیان فرمائے ہیں) دوسرے معنی: ہیں شرمگاہ کو پانی سے دھو کر پیشاب کی آمد کا سلسلہ بند کرنا، یہ معنی امام لغت ابو عبیدہ نے بیان فرمائے ہیں۔

تیسرے معنی ہیں وضو سے فارغ ہو کر ہاتھ ترکر کے شرمگاہ پر چھینٹے ڈالنا تاکہ شیطانی وساوس سے بچاؤ ہو جائے یہ جمہور کی رائے ہے کیونکہ ایک روایت میں انتقاص کی جگہ انتضاح کا لفظ وارد ہوا ہے (المنبہل ۱/۱۹۱)

وفی الحديث : كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا بال يتوضأ وينضح (جب آنحضرت ﷺ پیشاب فرماتے تھے تو وضو فرماتے اور شرمگاہ پر (کپڑے پر) پانی کے چھینٹے ڈالتے) وعند الترمذی عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: جاءنی جبریل علیہ السلام فقال یا محمد اذا توضأت فانضح (تیسیر الوصول ۳: ۶۰)

۹) کلی کرنا

کلی کرنا بھی نظافت و طہارت کے لئے ہے، منہ کو اچھی طرح، گلے تک صاف کرنا اور صاف رکھنا اسلام کے بنیادی احکامات میں سے ہے۔
مسئلہ: وضو میں کلی کرنا سنت ہے اور غسل میں فرض ہے۔
مسئلہ: روزہ کی حالت میں غرغہ کرنا مکروہ ہے ^(۱) کیونکہ غرغہ کرنے سے پانی اگر گلے میں اتر جائے گا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۱۰) ڈاڑھی رکھنا

ڈاڑھی کا بیان ہم نے بالقصد مؤخر کیا ہے تاکہ کلام مربوط رہے۔
مسئلہ: ڈاڑھی (لحمیہ) ان بالوں کو کہتے ہیں جو رخسار (یعنی لہجین) اور ٹھوڑی پر اگتے ہیں۔ اللحمیۃ بکسر اللام: اسم لما نبت علی الخدین والذقن (المنبہل ۱/ ۱۸۵)
مسئلہ: بچیٹی کے نیچے جو ہڈی ابھری ہوئی ہے وہاں سے ڈاڑھی شروع ہوتی ہے، اس سے اوپر سر ہے (امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۱۰)

مسئلہ: ڈاڑھی ایک مشت رکھنا مسنون ہے اس سے زائد کاٹ لی جائے وَصَرَّحَ فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ ومقتضاه: الاثم

بتہ کہ الا ان يحمل الوجوب على الثبوت. (در مختار، کتاب الصوم)
 حدیث کے الفاظ کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ڈاڑھی جس قدر بڑھے بڑھنے دی
 جائے، کیونکہ فرمایا گیا ہے ارخوا اللھی (ڈاڑھیاں لٹکاؤ) اور افوا اللھی
 (ڈاڑھیاں پوری رہنے دو) اور اعفوا اللھی (ڈاڑھی کو معاف رکھو یعنی اس کو
 ہاتھ نہ لگاؤ) لیکن اس اطلاق کے خلاف حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رسول
 اللہ ﷺ ڈاڑھی مبارک کے طول و عرض سے بال لیا کرتے تھے

لیکن کس قدر لیا کرتے تھے اس کی صراحت کسی جگہ نہیں دیکھی البتہ صحابہ
 رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے، حضرت عبد اللہ بن
 عمر رضی اللہ عنہ جن کو اتباع سنت کا خصوصی اہتمام تھا ان کے متعلق روایت ہے

کہ وہ ایک مشت سے زائد کاٹ لیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ یہی سنت ہے ^(۱) ۴۹۵
 مسئلہ: ڈاڑھی چڑھانا حرام ہے، حدیثوں میں اعفوا (بڑھاؤ) اور ارخوا ^{۵۵۵} بخاری رکھا
 (لٹکاؤ) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے لہذا ڈاڑھی ^(تعلیم) الاطفا
 کو نیچی چھوڑنا واجب ہوا۔ اور اس کا ترک حرام ہو اور ظاہر ہے کہ ڈاڑھی چڑھانے
 میں اس کا ترک لازم آتا ہے اس لئے وہ حرام ہو گا (اصلاح الرسوم ص ۱۶ فصل ۶)
 مسئلہ: ڈاڑھی میں گرہ لگانا یا ڈاڑھی کے بالوں کو اندر گھسانا بھی ناجائز ہے، اس
 میں بھی اراء کے حکم کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔

حضرت روایفؒ سے آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ شاید تمہاری عمر
 میرے بعد زیادہ ہوگی تو لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص ڈاڑھی میں گرہ لگائے (اور
 فلاں فلاں کام کرے) پس بلا شک محمد ﷺ اس سے بیزار ہیں ۴۹۳
 (ابودود، نسائی، تیسیر الوصول ۶۱/۳)

(۱) اصحاب طواہر (غیر مقلدین) چونکہ صحابہ کے عمل کو حجت نہیں مانتے اس لئے وہ ایک مشت
 سے زائد کے کاٹنے کو بھی منع کرتے ہیں مگر ان کا مذہب ہی بر خود غلط ہے ۱۲

مسئلہ: رخسار کے بال بہت زیادہ لمبے ہو جائیں تو ان کو بھی ایک مشت سے زائد کاٹ سکتے ہیں، المراد بطولها طول شعرها فی شمل جوانبها فلا بأس بالآخذ منها أيضاً..... وقد روی انه صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من عرض لحيته وطولها^{۹۴} (۱) وكان يأمر أن يؤخذ من باطن اللحية (المبہل/۱/۱۸۷) مسئلہ: عنقۃ (نچی) یعنی وہ بال جو نیچے کے ہونٹ کے وسط میں ٹھوڑی سے اوپر ہوتے ہیں وہ ڈاڑھی کے حکم میں ہیں، ان کا مونڈنا یا کترنا بھی حرام ہے۔ العنقۃ: الشعر الذی فی الشفة السفلی، وقیل: الشعر الذی بینھا وبين الذقن (نہایہ ابن اثیر) واما شعر العنقۃ فی حرم ازالته کحرمة ازالة شعر اللحية (المبہل)

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ کے عنقہ میں چند بال سفید ہوئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نچی رکھنا ضروری ہے۔ مسئلہ: عورت کی ڈاڑھی نکل آئے تو ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے (فتاویٰ رحیمیہ ۲: ۲۴۷)

اذا نبت للمرأة لحية فيستحب لها حلقها ذكره الطيبي

(مرقات ۴: ۴۵۷)

مسئلہ: ڈاڑھی گنجان ہو تو اس کا اکرام کرنا چاہئے، یعنی اسے اہتمام سے دھونا، تیل لگانا، اور کنگھی کرنا چاہئے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ من كان له شعر جس کے بال ہوں اسے اس کا اکرام فلیکرمه^(۲) کرنا چاہئے۔

البتہ مرد کو بناؤ سنگھار میں مشغول نہ رہنا چاہئے کہ ہر وقت اس پر اسی کی

(۱) ترمذی شریف باب فی الآخذ من اللحية من ابواب الادب ۲۷۶۲

(۲) سنن البوداؤد باب فی اصلاح الشعر من کتاب الترجل

فکر سوار ہو۔ عبد اللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روز روز تیل لنگھا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

نہی عن الترجل الاغباء^(۱) قال الطیسی: والمراد به النهی عن المواظبة علیه والاهتمام به لانه مبالغة فی التزین (از حاشیہ ابوداؤد مجتہبی) مسئلہ: سریا ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑنا یا پیچی سے چن کر نکلوانا مکروہ ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنے سریا ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑے۔ (تیسیر الوصول ۴: ۱۹۷)

نتف الشیب مکروہ للجنیدی وغیرہ فان فی الحدیث: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن نتف الشیب وقال: انه نور الاسلام

(فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱: ۱۸۴)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”سفید بال نہ اکھاڑو، جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا تو وہ (بوڑھا پا) اس مسلمان کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا“ اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لئے نیکی لکھے گا اور خطا مٹائے گا۔ قال سفیان: الا كانت له نوراً يوم القيامة وقال فی حدیث یحی: الا كتب الله له بها حسنة، وحط بها عنه خطيئة^(۲) دیلمی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص قصداً سفید بال اکھاڑے گا قیامت کے دن وہ بال نیزہ ہو جائے گا جس سے اس کو بھونکا جائے گا^(۳)

در مختار میں مذکور ہے کہ سفید بال اکھیڑنے میں حرج نہیں جبکہ بقصد

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الترجل ۲/ ۲۲۰. (۲) سنن ابوداؤد باب فی نتف الشیب من کتاب

الترجل ۲/ ۲۲۵ (۳) بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۹۳

زینت ایسا نہ کرے، ولا باس بنتف الشیب، قیدہ فی البزازیة بان لایکون علی وجه التزین -

لیکن عام طور پر جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کے فعل سے ظاہر یہی ہے کہ وہ لوگ زینت کے ارادہ سے ایسا کرتے ہیں تاکہ سپیدی ظاہر نہ ہو اور وہ جوان معلوم ہوں اسی وجہ سے حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

مسئلہ: فنیکین (بروزن ملیکین) یعنی بچی کے اغل بغل کے بالوں کے متعلق مطالب المؤمنین کی روایت یہ ہے کہ اس کے منڈانے میں کوئی حرج نہیں اور احیاء العلوم میں بدعت لکھا ہے، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسئلہ: گرفتن موئے فنیکین بروزن ملیکین کہ عبارت است از طرفین عنقہ باک ندارد، محدث دہلوی در شرح "صراط مستقیم" می آرد: حلق طرفین عنقہ لا باس بہ است (الطرائف والظرائف)

ترجمہ: بچی کے اغل بغل کے بال لینے میں کوئی حرج نہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی صراط مستقیم کی شرح میں بیان فرماتے ہیں کہ بچی کے اغل بغل کے بال مونڈنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: رخسار (گال کا ابھرا ہوا حصہ) کے بال لینا جائز ہے لیکن نہ لینا اولیٰ ہے۔ اما الاشعار التي علی الخدين فليست من اللحية لغة، وان كره الفقهاء اخذها لانه ان كان بالحديد يوجب الخشونة في الخدين، وان كان بالنتف فانه يضعف البصر (فيض الباری ۴: ۳۸۰)

مسئلہ: جب سر یا ڈاڑھی سفید ہو جائیں تو خضاب لگانا چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے، تم ان کی مخالفت کرو (یعنی خضاب کرو) (۱)

مسئلہ: مرد کے لئے صرف سر اور ڈاڑھی کا خضاب سنت ہے ہاتھوں اور پیروں پر بلا عذر خضاب کرنا حرام ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مخنث (بیجوا) حضور ﷺ کے پاس لایا گیا جس نے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی کا خضاب کر رکھا تھا آپ نے پوچھا اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کے لئے، آپ نے حکم دیا کہ اس کو مدینہ سے نکال دیا جائے، حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اسے قتل ہی کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نماز پڑھنے والوں کو قتل کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے (ابوداؤد ۲: ۳۲۶، باب الحکم فی المختثین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زعفران لگانے سے منع فرمایا ہے۔ (آخر جہ الخمسة، تیسیر الوصول ۲: ۱۳۷) امام نووی فرماتے ہیں کہ ممانعت کی وجہ رنگ ہے خوشبو نہیں ہے کیونکہ خوشبو تو مرد کے لئے پسند کی گئی ہے۔

مسئلہ: شادی شدہ عورت کے لئے ہاتھوں پیروں پر خضاب کرنا مستحب ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ للامام السیوطی ۱: ۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ہاتھ لمبا کر کے حضور ﷺ کو ایک خط پیش کیا آپ نے ہاتھ سکیڑ لیا اور فرمایا: ہمیں کیا معلوم کہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس نے عرض کیا کہ: عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں پر مہندی کا رنگ کئے ہوتی (ابوداؤد، نسائی، تیسیر الوصول ۲: ۱۳۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہند بنت عتبہ نے حضور ﷺ سے بیعت کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: میں تجھے اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک تو اپنی ہتھیلیوں پر مہندی لگا کر تغیر نہ کر دے (دیکھ تو) گویا درندہ کی

تھیلیاں ہیں! (ابوداؤد، تیسیر الوصول ۲: ۱۳۷)

مسئلہ: البتہ اگر شوہر کو مہندی کی بو پسند نہ ہو تو پھر عورت کے لئے اچھا یہ ہے کہ وہ مہندی کا خضاب نہ کرے کوئی اور کرے جو شوہر کو پسند ہو۔

حضرت عائشہؓ سے کسی عورت نے مہندی کے خضاب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں (جائز ہے) لیکن مجھے یہ (مہندی کا خضاب) ناپسند ہے کیونکہ میرے حبیب ﷺ کو اس کی بو پسند نہ تھی

(ابوداؤد، نسائی، تیسیر الوصول ۲: ۱۳۷)

مسئلہ: سیاہ خضاب کے علاوہ ہر خضاب استعمال کیا جاسکتا ہے، فتح مکہ کے دن صدیق اکبرؓ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہؓ خدمت نبوی میں حاضر کئے گئے ان کا سر اور ڈاڑھی ثغامہ (ایک درخت کا پھول جو سفید ہوتا ہے) کی طرح سپید ہو رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

غیر وا هذا بشيء واجتنبوا السواد

ترجمہ: اس کو کسی چیز سے بدل دو (یعنی خضاب لگاؤ) اور سیاہی سے بچو (یعنی سیاہ خضاب نہ لگانا)

مسئلہ: سیاہ خضاب کرنا جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے، وہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے“ (۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تو قسم کھا کر کہہ رہے ہیں، معنی میں ہے۔

ويكره الخضاب بالسواد قيل لابي عبد الله: تكره الخضاب

بالسواد؟ قال: إي والله

ترجمہ: سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا سیاہ خضاب کرنا مکروہ

ہے؟ آپ نے فرمایا ”جی ہاں قسم بخدا“

اختلاف کے یہاں عامہ مشائخ کا قول کراہت کا ہے البتہ امام ابو یوسفؒ زینت کے واسطے بھی جائز فرماتے ہیں لیکن احتیاط اور رائج نہ کرنا ہے۔

مسئلہ: سرخ خضاب بالاتفاق مستحب ہے اس کے علاوہ سیاہ بالوں جیسے سیاہ رنگ کے علاوہ ہر رنگ کا خضاب بھی جائز ہے حتیٰ کہ سیاہی مائل خضاب بھی (بشرطیکہ بالوں کی سیاہی سے مشابہ نہ ہو) جائز ہے کیونکہ ان تمام رنگوں سے بالوں کی پسیدی کا پتہ لگ سکتا ہے۔

اتفق المشايخ على ان الخضاب في حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سيماء المسلمين وعلاماتهم. واما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة ليكون اهيب في عين العدو فهو محمود منه، اتفق عليه المشايخ ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء او ليحجب نفسه اليهن فذلك مكروه وعليه عامة المشايخ وبعضهم جوزوا ذلك من غير كراهة وروى عن ابي يوسف انه قال: كما يعجبني ان تتزين لي يعجبها ان اتزين لها كذا في الدخيرة^(۱)

ایک اشتباہ کا حل

سیاہ خضاب کے مسئلہ میں ابن ماجہ کی ایک روایت سے اشتباہ ہو سکتا ہے اس لئے اس کی تشریح ضروری ہے۔
حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کا مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

ان احسن ما اختضبتن به لهذا السواد ارغب لنسائکم فيکم واهيب لکم في صدور عدوکم^(۲)

(۱) عالمگیری ۵: ۱۳۹، مکمل بحث کے لئے امداد الفتاویٰ ۳: ۱۰-۱۲۰ ملاحظہ فرمائیں ۱۲

(۲) ابن ماجہ باب الخضاب بالسواد من ابواب اللباس ومتعلقاته

ترجمہ: آنحضور ﷺ نے (کسی خضاب کردہ کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا کہ ”تم جن چیزوں سے خضاب کیا کرتے ہو ان میں عمدہ ترین یہ سیاہی ہے (مشار الیہ شخص کے خضاب کی) جو تمہاری بیویوں کو تمہاری طرف بہت زیادہ راغب کرنے والی ہے اور تمہارے دشمنوں کے سینوں میں تمہاری بہت زیادہ دھاک بٹھانے والی ہے۔

یہ حدیث اول تو ضعیف ہے کیونکہ اس میں دو راوی ایسے ہیں جن کا وجہ سے روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکی ہے ثانیاً صحیح احادیث سے اس کا تعارض بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں اس سیاہی کا ذکر ہے جو صحابہ میں رائج تھا یعنی دسمہ اور کتم کا خضاب جو سیاہی مائل ہوتا تھا بالکل سیاہ نہیں ہوتا تھا اور سیاہی مائل خضاب جائز ہے اور صحابہ سے اسی کا ثبوت ہے بالکل سیاہ خضاب صحابہ سے ثابت نہیں ہے^(۱)

چونکہ سیاہ خضاب کے مسئلہ سے بعض لوگوں کو دلچسپی ہوتی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ تحقیق درج کر دی جائے جو حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند نے جو اہر الفقہ (ج ۲ ص ۴۲۱-۴۲۲) میں سپرد قلم فرمائی ہے۔ وہ تحقیق درج ذیل ہے:

ڈاڑھی اور بالوں کے خضاب کی تفصیل

سوال: خضاب بالسواد جائز ہے یا نہیں؟ اگر بشرق اخیر جواب ہو تو امام ابو یوسف کا خلاف کیوں ہے؟ اپنی احب ان اتزین لامرأئی سے صریح جواز بلکہ رغبت اور امر محمود ہونا معلوم ہوتا ہے اور اگر شرق اول کو اختیار کیا جائے تو امام ابو حنیفہ و عامۃ الفقہار حمۃ اللہ تبارک و تعالیٰ علیہم حرمت کے قائل کیوں ہیں؟ اور فقط

(۱) حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے امداد الفتاویٰ اور بواور النواہد (۲: ۴۴۲) تا دورہ (۵۴) میں اس

کی تصریح فرمائی ہے ۱۲

غازی کے لئے جائز فرماتے ہیں اوروں کے لئے ممانعت فرماتے ہیں اگر جواب ہو تو اولہ قویہ سے ہو، حوالہ کتب تحریر فرماویں۔

جواب: حامداً ومصلياً اما بعد: خضاب کے متعلق مختلف صورتوں اور مختلف حالات کے اعتبار سے احکام شرعیہ میں کچھ تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے سوا دوسرے رنگوں کا خضاب علمائے مجتہدین کے نزدیک جائز بلکہ مستحب ہے اور سرخ خضاب خالص حنا کا یا کچھ سیاہی مائل جس میں کتیم شامل کیا جاتا ہے مسنون ہے نبی کریم ﷺ سے جمہور محدثین کے نزدیک ایسا خضاب کرنا ثابت ہے، صحابہ میں حضرت انسؓ اور ائمہ اجتہاد میں امام مالکؒ اس کے عملی ثبوت کا انکار فرماتے ہیں لیکن ناجائز وہ بھی نہیں فرماتے اور امام احمد بن حنبلؒ نے ان کے انکار کا جواب بھی نہایت کافی دے دیا ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں وقد شهد به غير أنسؓ على النبي صلى الله عليه وسلم انه خضب وليس من شهد بمنزلة من لم يشهد فاحمد أثبت خضاب النبي صلى الله عليه وسلم ومعه جماعة من المحدثين ومالك أنكره (زاد المعاد ص ۱۲ ج ۲) نیز صحیح بخاری میں عثمان بن عبد اللہ بن مویہ سے مروی ہے کہ ہم ام سلمہؓ کے پاس گئے تو انھوں نے ہمارے لئے آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک نکالا دیکھا تو وہ حنا اور کتیم سے خضاب کیا ہوا تھا۔ (زاد المعاد ص ۱۲ ج ۲) نیز حدیث صحیح میں ہے إن أحسن ما غيرتم به الشيب الحناء والكتيم (رواہ الاربعہ) ترجمہ بہترین خضاب حنا اور کتیم ہے، اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ سے صحیحین میں منقول ہے کہ حنا اور کتیم کے ساتھ خضاب کرتے تھے (زاد) اور سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک شخص گدرا جو حنا کا خضاب کئے ہوا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ما أحسن هذا (یہ کیسا اچھا ہے) پھر دوسرا آدمی گدرا جو حنا اور کتیم کا

خضاب کئے ہوئے تھا اس کو دیکھ کر فرمایا ہذا احسن من ہذا پھر تیسرا آدمی گذرا جو زرد خضاب کئے ہوئے تھا اس کو دیکھ کر فرمایا ہذا احسن من ہذا کلمہ (یعنی یہ سب سے زیادہ اچھا ہے)

احادیث مذکور ہی کی بنا پر حنفیہ کلیہ مذہب ہے اتفاق المشایخ رحمہم اللہ تعالیٰ اَنَّ الخضاب فی حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سیماء المسلمین وعلاماتہم (عالمگیری کتاب الکراہیۃ ص ۵۹ ج ۵) ترجمہ: مشائخ رحمہم اللہ نے اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ سرخ خضاب مردوں کے حق میں سنت ہے اور یہ مسلمانوں کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور در مختار میں ہے ویستحب للرجل خضاب شعرہ ولحینہ ولو فی غیر حرب فی الاصح (۱) وافرہ الشامی (ص ۲۹۵ ج ۵ کتاب الحظر والاباحۃ)

یہاں تک اس خضاب کا بیان تھا جو خالص سیاہ نہ ہو اور جو خضاب خالص سیاہ ہو اس کی تین صورتیں ہیں ایک باجماع جائز ہے اور ایک باجماع ناجائز ہے اور ایک مختلف فیہ ہے۔ جمہور کے نزدیک ناجائز اور بعض ائمہ کے نزدیک جائز۔

پہلی صورت یہ ہے کہ سیاہ خضاب کوئی مجاہد و غازی بوقت جہاد لگائے تاکہ دشمن پر رعب ظاہر ہو یہ باجماع ائمہ و باتفاق مشائخ جائز ہے لما فی العالمگیریۃ: واما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة لیکون اھیب فی عین العدو فهو محمود منه، اتفاق علیہ ^{المشایخ} ~~الشیخ~~ رحمہم اللہ تعالیٰ (۲) (عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ۲۰ ص ۲۹۶ ج ۵) ومثله فی ردالمحتار (۱) ترجمہ: صحیح قول کے مطابق مستحب ہے مرد کے لئے خضاب اپنے ہاتھوں اور ڈاڑھی کا علاوہ لڑائی کے موقع کے بھی ۱۲

(۲) ترجمہ لیکن خضاب بالسوا پس جس شخص نے غازیوں میں سے کیا تاکہ دشمنوں پر اس کی ہیبت طاری ہو تو یہ محمود ہے اتفاق کیا اس پر تمام مشائخ نے۔

عن الذخيرة ص ۲۹۵ ج ۵)

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کو دھوکہ دینے کے لئے سیاہ خضاب کریں جیسے مرد عورت کو یا عورت مرد کو دھوکہ دینے اور اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرے یا کوئی ملازم اپنے آقا کو دھوکہ دینے کے لئے کرے یہ باتفاق ناجائز ہے کیونکہ دھوکہ دینا علامات نفاق میں سے ہے اور کسی مسلمان کو دھوکہ دے کر اس سے کوئی کام نکالنا باتفاق حرام ہے ایک صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا من غشنا فليس منا والمكر والخداع في النار، رواه الطبرانی فی الكبير والصغير باسناد جيد، وابن حبان فی صحيحه، وأبو داؤد فی مراسيله عن الحسن مرسلأ مختصراً قال المکر والخديعة والخيانة فی النار^(۱) (ترغیب وترہیب للمندری) نیز حدیث میں ہے المؤمنون بعضهم لبعض نصيحة وان بعدت منازلهم وابدانهم^(۲) والفجرة بعضهم لبعض غششة يتخاونون وان اقتربت منازلهم وابدانهم رواه الشيخ ابن حبان فی کتاب التوبیخ کذا فی الترغیب للمندری نیز صحیح بخاری کی ایک حدیث کے بعض الفاظ یہ ہیں کہ من اعظم الفراء ان يدعی الرجل الى غير ابيه ويرى عينه مالم تره او تقول على رسول الله صلى الله عليه وسلم مالم يقل^(۳) (بخاری ص ۴۹۸ ج ۱)

- (۱) ترجمہ: جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں اور مکرو فریب جہنم میں ہے اور دوسری روایت میں ہے مکرو فریب اور خیانت جہنم میں ہے ۱۲
- (۲) ترجمہ: بچے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور بدن دور ہوں اور بدکار لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہیں کہ آپس میں خیانت کرتے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور بدن قریب واقع ہوں ۱۲
- (۳) ترجمہ: بڑا فrazier یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے نسب کو منسوب کرے اور آنکھ کو دھوکہ سے وہ چیز دکھائے جو واقع میں وہ نہیں دیکھتی یا رسول اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے نہیں فرمائی (بخاری)

یسری صورت یہ ہے کہ محض ترین کے لئے سیاہ خضاب کیا جائے تاکہ اپنی بی بی کو خوش کرے اس میں اختلاف ہے جمہور ائمہ و مشائخ اس کو مکروہ فرماتے ہیں اور امام ابو یوسفؒ اور بعض مشائخ جائز قرار دیتے ہیں منع کرنے والوں کا استدلال صحیح مسلم کی حدیث ہے وبعض الفاظہ: غیروا^(۱) هذا بشئ وجنبوه السواد (من زاد المعاد ص ۱۲ ج ۲)

نیز صحیح میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یكون^(۲) قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد ولای یحون رائحة الجنة رواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم قال صحیح الاسناد الخ (ترغیب وترہیب للمنزری) اور جائز رکھنے والے حضرات بعض صحابہ کے فتاویٰ اور تعامل سے استدلال کرتے ہیں اور حدیث مذکور میں یہ تاویل فرماتے ہیں کہ ممانعت اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جس میں تلبیس اور دھوکہ دینا مقصود ہو اور جن حضرات صحابہ سے سیاہ خضاب کرنا منقول ہے ان میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی ہیں۔ ابن جریر نے تہذیب الآثار میں اس کو نقل کیا ہے۔ کذا فی الزاد۔

نیز حدیث میں عثمان بن عفان اور عبد اللہ بن جعفر، سعد بن ابی وقاص عقبہ بن عامر مغیرۃ بن شعبۃ، جریر بن عبد اللہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ انھیں حضرات کے تعامل سے حجت اختیار کر کے فرماتے ہیں کما یعجبنی ان تتزین لی یعجبھا ان اتزین لھا (کراہیۃ شامی ص ۲۹۵ ج ۵) وفي العالمگیریۃ ومن فعل ذلك لیزین نفسه للنساء فیجب الیہن فذلك مکروه وعلیہ عامة المشایخ وبعضہم

(۱) ترجمہ: بالوں کی اس سفیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہی سے اس کو بچاؤ ۱۲

(۲) ترجمہ: ایک قوم آخر زمانے میں سیاہ خضاب کرے گی اور جنت کی خوشبو اس کو نہ پہنچے گی ۱۲

جوز ذلك من غير كراهية وعن ابى يوسف "انه قال كما يعجبني ان
تقرين لى يعجبها ان اتزين لها كذا فى الذخيرة (عالمگیری ص ۷۳ ج ۵) اور
جمہور مشائخ نے اصل احادیث مرفوعہ کو حجت بنا کر مذہب قرار دیا اور صحابہ
مذکورین کے عمل کا یہ جواب دیا کہ ان حضرات کا خضاب خالص سیاہ نہ تھا بلکہ
سرخ سیاہی مائل تھا، اور کیسے ہو سکتا ہے کہ حدیث کی ممانعت اور سخت وعید
کے باوجود یہ حضرات اس کا خلاف کرتے اس لئے احتیاط عمل اور فتویٰ میں یہی
ہے کہ خالص سیاہ خضاب غیر غازی کے لئے مکروہ ہے کما مرء من العالمگیریۃ
ورد المحتار واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ

احقر محمد شفیع غفرلہ

خادم دار الافتادار العلوم دیوبند

۶ / ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مسئلہ: سبالتین یعنی مونچھ کے کناروں کے بال بھی مونچھ ہی کا حکم رکھتے
ہیں لیکن اگر ان کو باقی رکھا جائے تو وہ بھی جائز ہے، اسلاف سے خصوصاً حضرت
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سبالتین رکھنے کا ثبوت ہے، حضرت تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

مسئلہ: گذاشتن سبالتین کہ عبارت است از موئے جانہین بردت باک
ندارد و محدث دہلوی در شرح مشکوٰۃ می آورد لا باس بترک سبالتیہ
(حکمت) لان ذلك لا يستر الفم ولا يبقی فیہ غمر الطعام۔

ترجمہ: سبالتین یعنی مونچھ کے دونوں جانب کے بالوں کو باقی رکھنے میں کوئی
حرج نہیں، محدث دہلوی مشکوٰۃ کی شرح میں اس کے متعلق لا باس بہ لکھتے ہیں

(حکمت) کیونکہ وہ نہ تو منہ کو ڈھانکتے ہیں اور نہ اس میں کھانے کی چکناہٹ لگی رہتی ہے
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لابأس بترك سباليه وهما سبالتين باقى ركنه في كوفى مضائقه
طرفا الشارب فعل ذلك عمرؓ نہیں، حضرت عمرؓ اور دیگر حضرات
وغیره (احیاء علوم الدین) نے سبالتین رکھے ہیں۔

مسئلہ: ڈاڑھی نکلنے کی عمر سے پہلے کانوں کے سامنے جو بال ہوتے ہیں وہ سر
میں داخل ہیں قینچی سے ان کا کٹنا جائز ہے۔ (امداد ۴/۲۱۳)

مسئلہ: حلق کے بال مونڈنے کے بارے میں علامہ شامیؒ نے لکھا ہے:
ولا يحلق شعر حلقه^(۱) گلے کے بال نہ منڈے

عالمگیری میں بھی یہی لکھا ہے لیکن یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب
ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ان کے منڈانے
میں کوئی حرج نہیں^(۲)

مسئلہ: ڈاڑھی خفیف ہو یعنی بالوں میں سے کھال نظر آتی ہو تو وضو میں کھال
کا دھونا یعنی بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر ڈاڑھی گھنی ہو یعنی
کھال نظر نہ آتی ہو تو ڈاڑھی کا جس قدر حصہ دائرہ وجہ (چہرہ کی گولائی) میں
داخل ہے، یعنی اگر اس بال کو پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچا جائے تو وہ چہرہ کی حدود
(گولائی) سے باہر نہ ہو اس کا دھونا فرض ہے اور ڈاڑھی کا جس قدر حصہ حد چہرہ
اور دائرہ وجہ سے نیچے لٹکا ہوا ہو اس کا مسح کرنا سنت ہے^(۳)

لہذا ٹھوڑی پر اگنے والے بالوں کا دھونا فرض نہیں کیونکہ وہ اگتے ہی
حد وجہ سے خارج ہو جاتے ہیں، البتہ رخساروں اور جڑوں پر اگنے والے
بالوں میں جو حد وجہ میں داخل ہوں ان کا دھونا فرض ہے۔

فی الدر المختار وغسل جميع اللحية فرض (یعنی عملیا) أيضاً
على المذهب الصحيح المفتی به، المرجوع الیه، وما عدا هذه الرواية
مرجوع عنه كما فی البدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لا تجب غسله
ولا مسحه بل یسن وان الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ما
تحتها كذا فی النهر .

قال ابن عابدين: قوله ان المسترسل ای الخارج عن دائرة الوجه
فسره ابن حجر فی شرح المنهاج بما لو مد من جهة نزوله لخرج عن
دائرة الوجه وعلى هذا فالنابت على اسفل الذقن لا يجب غسل شيء
منه لانه بمجرد ظهوره يخرج عن حد الوجه لان ذلك جهة نزوله .
وان كان لو مد الى الفوق لا يخرج عن حد الجبهة وكذا النابت على
اطراف الحنك من اللحية واما النابت على الخدين فيجب غسل ما
دخل منه فی دائرة الوجه دون الزائد عليها (۹۳/۱)

مسئلہ: ڈاڑھی گھنی ہو تو (احرام کی حالت کے علاوہ) غسل میں خلال کرنا واجب
ہے اور وضو میں سنت ہے۔ خلال کے معنی ہیں ڈاڑھی کے نیچے ہاتھ ڈال کر
بالوں کو بکھیر دینا۔ امام ابو یوسفؒ وضو میں خلال کو سنت فرماتے ہیں اور طرفین
کے نزدیک مستحب ہے، ابراہیم حلبیؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ:

”دلائل سے امام ابو یوسفؒ کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے لہذا وہی
صحیح ہے“ (شرح منیہ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب وضو فرماتے تھے تو (تین
مرتبہ چہرہ دھونے کے بعد) چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے
اور اس سے ریش مبارک کا خلال فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ:

هكذا امرني ربي (رواہ ابو مجھے میرے پروردگار نے ایسا ہی
داؤد، بذل: ۸۶:۱) کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کو خلل کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے سوال کیا کہ آپ خلل کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہ کروں جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کو خلل فرماتے دیکھ چکا ہوں؟^(۱)

غسل میں خلل کرنا واجب اس لئے ہے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ”ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہوتا ہے لہذا بالوں کو ترک کرو اور کھال کو صاف کرو۔“ (بذل: ۸۷)

نوٹ: خلل ایک ہاتھ سے کرنا چاہئے لیکن اگر دونوں ہاتھوں سے کر لیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: عذار (کنپٹی سے نیچے ڈاڑھی کے بالوں کی لکیر) اور کان کے درمیان جو جگہ بالوں سے خالی ہوتی ہے وضو میں اس کا دھونا بھی فرض ہے، اس میں لوگ بہت غفلت کرتے ہیں۔ فیجب ما بین العذار والاذن لدخوله فی الحدوبہ یفتی (در مختار)۔

انبیائے کرام کی چند اور سنتیں

امور فطرت صرف دس ہی نہیں ہیں، شیخ ابو بکر بن العربی مالکی رحمہ اللہ کی رائے تو یہ ہے کہ امور فطرت کا شمار تیس تک پہنچتا ہے^(۲) جن میں سے دس کا بیان ہو چکا، اب دو اور سنتوں کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ آج کی زندگی میں ان کا جاننا بے حد ضروری ہے

۱۱ ختنہ کرانا

ابوداؤد شریف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان ہوئی

(۱) رواہ الترمذی والحمیدی (۸۱: ۱) وقال احمد فی مسنده (۸۳: ۱) قال ابن

عینہ: لم یسمع عبدالکریم من حسان حدیث التخلیل (۲) فتح الباری ۱۰/۲۸۳

ہے جس میں ختنہ کرانے کو ”امور فطرت“ میں شمار کیا گیا ہے۔^(۱)
 اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اسے امور
 فطرت میں شمار کیا گیا ہے۔^(۲)

ختنہ کے معنی

ختنہ کے معنی ہیں: ”مرد کے عضو مخصوص کی اس چھڑی کا کاٹنا جو سپاری کو
 چھپائے ہوئے ہوتی ہے۔ الْخِتَانُ: قَطْعُ الْقُلْفَةِ الَّتِي تَغْطِي الْحَشْفَةَ مِنْ
 الرَّجُلِ (اللؤلؤ والمرجان ۱/۲۵)

ختنہ کا حکم

فقہائے اسلام میں سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ختنہ کرنا واجب
 کہتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت وجوب کی وارد
 ہوئی ہے، لیکن صحیح روایت امام صاحب رحمہ اللہ سے یہ ہے ختنہ کرنا سنت
مؤکدہ ہے اور شعائر اسلام سے ہے، مسلم اور غیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے
 اور اسی وجہ سے اسے ”امور فطرت“ میں شمار کیا گیا ہے، اجتماعی طور پر اس
 کے ترک کی بالکل گنجائش نہیں ہے، جیسے فرض نمازوں کے لئے اذان سنت
 مؤکدہ ہے لیکن چونکہ شعائر اسلام سے ہے اس لئے اجتماعی ترک کی ہرگز
 اجازت نہیں ہو سکتی۔

والاصل ان الختان سنة وهو من شعائر الاسلام وخصائصه، فلو
 اجتمع اهل بلدة على تركه حاربهم الامام (در مختار ۵/۲۵۶)
 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۰/۲۸۷) میں وجوب

(۱) بذل المجہود ۱/۳۳ (۲) رواہ الجماعة، والامام البخاری خرجه فی کتاب
 اللباس فی باب قص الشارب ۱۲

کے دلائل مفصل بحث فرمائی ہے لیکن صحیح بات وہ ہے جو شوکانی رحمہ اللہ نے لکھی ہے کہ وجوب کے دلائل غیر تام ہیں اور حدیث فطرت سے اس کا سنت ہونا ہی معلوم ہوتا ہے پس اسی کو ماننا چاہئے۔

والحق انه لم یَقُمْ دلیل صحیح يدل على الوجوب والمتيقن السنة كما في حديث خمس من الفطرة ونحوه والواجب: الوقوف على المتيقن الى أن يقوم ما يوجب الانتقال عنه اه (نیل الاوطار ۱۱۰/۱) مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جہاں سے سپاری کی ابتدا ہوتی ہے وہاں جڑ سے چڑی کاٹی جائے المستحب أن تستوعب من اصلها عند أول الحشفة؛ قال النووی: هو المعتمد (فتح الباری ۱۰/۲۸۶)

مسئلہ: ختنہ کیا گیا مگر پوری چڑی نہیں کٹی، تو غور کریں اگر ختنہ میں جس قدر چڑی کٹنی چاہئے اس کے نصف سے زائد چڑی کٹ چکی ہے تو ختنہ صحیح ہو گیا دوبارہ ختنہ کرنا ضروری نہیں اور اگر آدھی یا اس سے کم کٹی ہے تو دوبارہ ختنہ کرنا ضروری ہے۔

ولو ختن ولم تقطع الجلد كلها يُنظر، فان قطع اكثر من النصف كان ختانا وان قطع النصف فمادونه لا يكون ختانا يُعتد به، لعدم الختان حقيقة وحكماً (در مختار)

مسئلہ: ختنہ کی گئی، لیکن چڑی پھر بڑھ گئی اور اس نے سپاری کو چھپالیا تو دوبارہ ختنہ کرائی جائے اور اگر چڑی اتنی زیادہ نہ بڑھی ہو تو دوبارہ ختنہ کرنا ضروری نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ: کوئی بچہ ایسا پیدا ہوا کہ اس کا ختنہ (سپاری) کھلا ہوا ہے یعنی اس پر کھال نہیں ہے، دیکھنے والے کو وہ ختنہ شدہ معلوم ہوتا ہے اور چڑی اس قدر کم ہے کہ کافی نہیں جاسکتی یا کھینچنے اور کلٹنے سے کافی تکلیف ہوگی تو اس کے ختنہ

کی ضرورت نہیں۔

صبي حشفته ظاهرة بحيث لو راه انسان ظنه مختونا ولا تقطع جلدة ذكره الابتشديد المہ، ترك على حاله در مختار (۶۵۶/۵) ﴿نوٹ﴾ لیکن ایسا کبھی کبھار ہوتا ہے، عموماً ایسا ہوتا ہے کہ سپاری کا کچھ حصہ کھلا ہوا ہوتا ہے تو یاد رہے کہ ایسے بچہ کی ختنہ کرنا ضروری ہے۔ قال ابو شامہ: وغالب من يكون كذلك لا يكون ختانه تاما بل يظهر طرف الحشفة، فان كان كذلك وجب تكميله (نیل الاوطار ۱۰۸/۱، فتح الباری ۱۰/۲۵۶) مسئلہ: اگر کوئی شخص بڑی عمر میں مسلمان ہو یا کوئی بچہ بالغ ہو گیا اور کسی وجہ سے اب تک اس کی ختنہ نہیں ہو سکی اور مسلمان ماہر ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص ختنہ کی تکلیف بوڑھے ہونے کی وجہ سے یا کمزور ہونے کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتا اور ہلاکت کا اندیشہ ہے تو ختنہ نہ کرنا چاہئے۔

شیخ أسلم، وقال اهل النظر: لا يطيق الختان ترك ايضاً (در مختار) ان بلغ وكان نضوا نحيفاً يُعْلَم من حاله انه اذا ختن تلف، سقط الوجوب (فتح الباری ۱۰/۲۸۹) وقال المحدث الكبير، العلامة الكشميري: لا أمر به البالغ فإنه يؤذى كثيراً، وربما يفرضى الى الهلاك (فيض الباری ۲/۴۱۳)

مسئلہ: ختنہ کتنی عمر میں کیا جائے؟ اس سلسلہ میں کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے نہ ہی فقہائے کرام کے ارشادات کسی ایک بات پر متفق ہیں اور نہ تقریبی اتفاق پیدا کرنے کی کوئی صورت ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو آپ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا، نہ ہی اس سلسلہ میں حضرات صاحبین رحمہما اللہ سے کوئی بات مروی ہے (در مختار)

البتہ دو باتوں کا خیال رکھا گیا ہے اول یہ کہ بلوغ سے پہلے ختنہ ہو جانا چاہئے

دوم یہ کہ بچہ میں ختنہ کی تکلیف برداشت کرنے کی سکت پیدا ہو جانی چاہئے۔
 ووقتہ غیر معلوم وقیل : العبرة بطاقته، وهو الأشبه (در مختار) أما
 قبل البلوغ فلا توقيت فيه، وهو المروى عن الامام (فیض الباری ۴/۴۱۳)
 ﴿فائدہ﴾ بچہ کے پیدا ہوتے ہی یا جلد ختنہ کرا لینے میں بڑا فائدہ ہے کیونکہ جو
 ں جوں عمر بڑھتی ہے چمڑی سخت ہوتی جاتی ہے اور ختنہ میں تکلیف زیادہ ہوتی
 ہے اس لئے تاخیر نہ کرنا چاہئے۔

قال ابو الفرج السرخسی: فی ختان الصبی، وهو صغیر،
 مصلحة من جهة أن الجلد بعد التمييز يغلط ويخشن، فمن ثمَّ جوز
 الأئمة الختان قبل ذلك (فتح الباری ۱۰/۲۸۹)

ایک ضعیف روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
 کہ پیدائش سے ساتویں دن ختنہ کرنا سنت ہے اور ایک دوسری روایت میں
 ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا ختنہ حضور پاک ﷺ نے ساتویں دن کرایا۔
 امام مالک رحمہ اللہ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا:
 لا ادری (مجھے اس حدیث کے متعلق کوئی علم نہیں ہے) لیکن آپ نے یہ بھی
 فرمایا کہ ختنہ پاکی ہے اس لئے جس قدر جلد کرا لے اچھا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ
 فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ ساتویں دن ختنہ ہو جائے^(۱)
 ایک مسند لیکن غریب روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ کا ختنہ، آپ
 کے دادا عبدالمطلب نے ساتویں دن کرایا اور محمدؐ نام رکھا۔^(۲)
 آج کل تو ختنہ کرنا بہت آسان ہو گیا ہے اچھی اچھی دوائیں تیار کر لی

(۱) تمام روایات فتح الباری (۱۰/۲۸۹) اور نیل الاوطار (۱/۲۸۶) سے ماخوذ ہیں ۱۲
 (۲) زاد المعاد (۱/۲۰) آنحضور ﷺ کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ آپ غیر مختون پیدا
 ہوئے تھے قال بعض المحققين من الحفاظ: الاشبه بالصواب انه لم يولد مختونا
 (شامی ۵/۶۵۷)

گئی ہیں، نئے نئے طریقے معلوم ہو گئے ہیں اس لئے اچھا یہی ہے کہ لاشعوری کے زمانہ ہی میں ختنہ کر لیا جائے اس صورت میں بچہ کی حفاظت بھی آسان ہوتی ہے اور زخم بھی جلد مندمل ہو جاتا ہے اور جب بچہ سیانا ہو جاتا ہے تو حفاظت بھی دشوار ہوتی ہے اور زخم بھی دیر میں بھرتا ہے بہر حال جلد ختنہ کر لینے میں بڑا فائدہ ہے^(۱)

مسئلہ: عورت کا ختنہ کرنا سنت نہیں ہے، البتہ چونکہ عورت کا ختنہ شدہ ہونا مرد کے لئے لذت بخش ہے اس لئے اسے پسند کیا گیا ہے۔ ختان المرأة ليس سنة، بل مکرمۃ للرجال وقيل: سنة (در مختار) قوله: بل مکرمۃ للرجال أى الذی فی الجماع (شامی) وقد ورد فی الحدیث: ختان الرجل سنة، وختان النساء مکرمۃ رواہ احمد والبیہقی، والحدیث یدور علی حجاج بن أرتاة، وهو ليس ممن یحتج به (نیل الاوطار ۱۱۰/۱) الا أن له شاهدا (فتح الباری ۱۰/۲۸۷)

مسئلہ: لڑکے کے ختنہ کے وقت معمولی دعوت کر لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں البتہ لڑکی کے ختنہ میں اس کی اجازت نہیں، مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی نے ختنہ کی دعوت میں بلایا تو آپ نے تشریف لے جانے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ ”ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کبھی ختنہ کی دعوت میں نہیں جاتے تھے“ ابو الشیخ نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ واقعہ لڑکی کے ختنہ کا تھا۔ (فتح الباری ۱۰/۲۸۹)

البتہ آج کل جو دعوتوں کا اہتمام ہوتا ہے اور جس کے لئے بڑے لمبے

(۳) قال العلامة انور شاه کشمیری : الاحسن عندی ان یعجل فیہ ویختن قبل سن الشعور فانه ایسر (فیض الباری ۴/۴۱۳)

چوڑے انتظامات کئے جاتے ہیں اور لوگوں کو آدمی اور خطوط بھیج کر بلایا جاتا ہے اور جمع کیا جاتا ہے یہ بالکل خلاف سنت ہے (اصلاح الرسوم ص ۲۷)
تیز ختنہ کے موقع پر نیوتا، بھات اور راگ ناچ لغور سمیں ہیں اور سراسر تعلیمات اسلام کے خلاف ہیں (اصلاح الرسوم)

۱۲) مانگ نکالنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں فرق (مانگ نکالنے) کو بھی ”امور فطرت“ میں شمار کیا گیا ہے (بذل ۱/۳۴) رسول مقبول ﷺ کی عادت شریفہ شروع میں اہل کتاب کی موافقت میں مانگ نہ نکالنے کی تھی لیکن بعد میں حکم الہی آپ ﷺ مانگ نکالا کرتے تھے، لیکن اس کا بہت زیادہ اہتمام نہیں ہوتا تھا، ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إن انفرقت عقیقته فرق والا فلا (شامل ترمذی)

ترجمہ: اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال لیتے (خصائل نبوی ص ۱۰)

بہر حال مانگ نکالنا مستحب ہے (فتح الباری ۱۰/۳۰۵) اور حضور پاک ﷺ ناک کے مقابل مانگ نکالتے تھے آج کل جو دائیں بائیں مانگ نکالنے کا طریقہ رائج ہے وہ اسلامی نہیں ہے۔ عورتوں کو بھی اسی طرح درمیان سر میں مانگ نکالنا چاہئے۔

بالوں کے احکام

بالوں کی وضع قطع سے متعلق اسلام نے واضح احکامات دئے ہیں، جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ: نرمہ گوش تک یا اس سے کسی قدر نیچے تک پورے سر پر بال رکھنا سنت ہے اور اگر سر منڈولے تو پورا سر منڈوانا سنت ہے اور پورے سر کے بال مساوی کتر وانا بھی درست ہے۔

إن السنة في شعر الرأس إما الفرق أو الحلق وذكر الطحاوی ان الحلق سنة (شامی و عالمگیری)

مسئلہ: فینچی یا مشین سے سر کے تمام بال مساوی طور پر کتر وانا جائز ہے۔
مسئلہ: اگر بال بہت بڑھائے تو عورتوں کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں ویوسل شعروہ من غیر أن یفتلہ، وإن فتلہ فذلک مکروہ (شامی و عالمگیری)
البتہ بالوں کے دو تین حصے کر کے ہر حصہ کو بغیر بٹے ہوئے پیچ دے کر گول کر لینا تاکہ منتشر نہ ہوں، جائز ہے اور حضور پاک ﷺ سے ثابت ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہمشیرہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک ﷺ ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ کے بال مبارک چار حصے مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے (شائل ترمذی)
حضرت اقدس شیخ الحدیث جناب مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ مذکورہ حدیث کی شرح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

”مردوں کے لئے عورتوں کی طرح مینڈھیاں مکروہ ہیں اس حدیث میں مینڈھیوں سے وہی مراد لی جاویں جس میں تشبہ نہ ہو، کہ تشبہ کی حضورؐ نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے۔“ (خصائل نبوی ص ۲۶)

بہر حال اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہونے پاوے، امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے، اور اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردانہ لباس پہنتی ہے امام

ابوداؤد ہی نے یہ بھی روایت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتہ پہنتی ہے (اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ حضور پاک ﷺ نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے یعنی عورتوں کو مردانہ جوتا نہیں پہننا چاہئے، بلکہ وہ تمام باتیں جن سے مردوں اور عورتوں میں امتیاز ہوتا ہے ایک کو دوسرے کی وضع اختیار کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ ہر نوع اور ہر صنف کی اللہ پاک نے اس طرح تخلیق فرمائی ہے کہ اس نوع کی مقتضیات اس میں ظاہر ہوں مثلاً مردانہ پن کا اثر ڈاڑھی اور زنانہ پن کا اثر نازنخرے، حسن و زناکت دونوں صنفوں میں فطری طور پر ظاہر ہوتے ہیں اور شریعت مطہرہ اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ کسی نوع میں اس کے اصلی مقتضیات کی اضداد پیدا ہوں اور اسی لئے ان اضداد کے اختیار کرنے والوں پر لعنت فرمائی گئی ہے (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۵۳۳) لہذا عورت کا سر کے بال کٹانا، مردانہ لباس اور مردانہ جوتا پہننا اور مردانہ چال چلنا ممنوع ہے، اسی طرح مرد کے نوعی مقتضیات میں ڈاڑھی ہے، لہذا اس کا مونڈنا بھی لعنت کا مستحق بنادیتا ہے۔

مسئلہ: عورت کا سر منڈانا یا بال کتر وانا حرام ہے اور مستحق لعنت بنادیتا ہے۔ قطعاً شعروہا ائمت ولعنت (شامی) البتہ علاج کی ضرورت سے بال منڈانا جائز ہے مثلاً عورت دور ان سر کی وجہ سے بال منڈانے پر مجبور ہو جائے تو جائز ہے۔ المرأة اذا حلق رأسها، إن كان لوجع أصابها لا بأس به

(خلاصۃ الفتاویٰ ۴/۳۷۷)

مسئلہ: بوڑھی بیوہ عورت جس کو بڑھاپے کی وجہ سے زینت کی ضرورت نہ رہے، اگر وہ اپنے سر کے بال کچھ کم کر لے تو اس کا گناہ کثرت ہے، اسی طرح

کے بالوں کو بھی قدرے کم کر لینا جائز ہے، حضرات امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہن کا عمل اسی پر محمول ہے۔ قالت عائشة: کانت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذن من رؤسهن، حتی تكون کالوفرة اخرجه الخمسة إلا الترمذی، وهذا لفظ الشیخین، والوفرة: ان يبلغ شعر الرأس إلى شحمة الاذن.

لیکن یہ بات بالکل فراموش نہ ہونی چاہئے کہ یہ اجازت مذکورہ بالا وجوہ ہی کی وجہ سے ہے، آج کل جو فیشن چل پڑے ہیں ان کے مطابق بال کم کرانا قطعاً جائز نہیں، نہ بچیوں کے نہ بیواؤں کے، اور اللہ پاک دل کے چور کو بھی جانتے ہیں۔

مسئلہ: گدی کے بال لینا منع ہے فقہائے کرام نے مکروہ فرمایا ہے (صفائی معاملات) البتہ گردن کے بال لینا جائز ہے، کان کی لو سے نیچے گردن کے بال ہوتے ہیں اور اس سے اوپر گدی کے بال ہوتے ہیں یا یوں سمجھئے کہ سال دو سال کے بچے کے بال عموماً جہاں تک ہوتے ہیں وہاں تک گدی کا حصہ ہے اور بڑے ہو جانے پر جو نیچے بال آگ آتے ہیں وہ گردن کے بال ہیں، لہذا اٹٹھے رکھنے والوں کو گردن کے بال لینا جائز ہے گدی کے بال لینا مکروہ ہے اس لئے اہتمام سے کان کی لو تک ہی بال کٹوانے چاہئیں اس سے اوپر نہیں کٹوانے چاہئیں۔

مسئلہ: انگریزی طرز کے طرح طرح کے فیشن ولے بال جو آج کل لوگ کٹایا کرتے ہیں وہ سب اسلامی طریقے کے خلاف ہیں لہذا اس سے بچنا چاہئے، اگرچہ قزع (پان بنوانا، بابرری رکھنا) کے تحت تو نہیں آتے اس لئے حرام تو نہیں ہیں لیکن مکروہ ضرور ہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۶ ص ۶ در حاشیہ)

مسئلہ: بابرری رکھنا یعنی بچ میں سے سر کھلوانا منع ہے کیونکہ حضور پاک ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے، قزع کے لغوی معنی ہیں ”آسمان میں منتشر بادلوں کا

نکلتا“ (معالم السنن خطابی ۲/۲۱۱) اور اس کے مرادی معنی ہیں ”کہیں سے سر منڈوانا اور کہیں سے چھوڑ دینا“۔ عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن القزع، قال: يحلق بعض رأس الصبي ويترك البعض (متفق عليه)

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بچہ کو دیکھا جس کا کچھ سر منڈوا دیا گیا تھا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا کہ یا تو پورا سر منڈوا دو یا سارے سر کے بال رہنے دو (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۴)

بعض دیہاتی پیشانی کی طرح پر بنواتے ہیں اور سر کے دونوں جانب نوکیں نکالتے ہیں یہ بھی قزع ہے اور منع ہے۔
مسئلہ: اگر مرد کے بڑے بڑے بال ہوں تو چوٹی باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات اعضا سے سجدہ کروں اور بالوں اور کپڑوں کو روکے نہ رکھوں۔

(رواہ الامام ابو داؤد بذیل ۲/۸۴)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک بار بال باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر نماز ہی میں ان کے بال کھول دیئے نماز کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اس طرح بال باندھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

دل الحديث على ذم وكراهة صلاة الرجل معقوص الشعر، وبه قال الحنفية، سواء تعمده للصلاة أم لا، وقال مالك: محل الكراهة إذا فعل ذلك للصلاة (المسئل ۵/۳۶)

مسئلہ: بال باندھ کر نماز پڑھنے کی کراہت کا حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے

عورتوں کے لئے اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ وہ بال باندھ کر نماز پڑھیں تاکہ نماز میں بالوں کے کھل جانے کا اندیشہ اور خدشہ نہ رہے کیونکہ عورت کے ایک چوتھائی بال اگر نماز میں کھل گئے اور ایک رکن ادا کرنے کی مقدار یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکیں اتنی دیر کھلے رہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

الکراهة مختصة بالرجال، دون النساء لأن شعرهن عورة يجب ستره في الصلوة فاذا نقصته استرسل وربما تعدل ستره، فيؤدى الى بطلان صلاحها (المسئل ۵/۳۷)

نیز حدیث میں معقوص الشعر (بال باندھ کر) نماز پڑھنے کی کراہت کا حکم مرد کی تخصیص کے ساتھ دیا گیا ہے، ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال ابو رافع للحسن: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى "الرجل" ورأسه معقوص.

طبرانی اور عبد الرزاق کے الفاظ یہ ہیں:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى "الرجل" ورأسه معقوص.

مسئلہ: دونوں ابرو کسی قدر لے لینا اور انھیں درست کرنا جائز ہے۔ ولا بأس باخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يشبه المنخث

(شامی ۵/۳۵۸، عالمگیری ۳/۲۳۹، بہشتی زیور ۱۱/۱۱۵)

مسئلہ: کان کے بال لینا بھی درست ہے حضور پاک ﷺ کا بدن مبارک پر "نورہ" استعمال فرمانا مروی ہے (نیل الاوطار ۱/۱۲۵ باب الاطباء بالنورة)

حضرت اقدس جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے اس سے استدلال فرما کر سینہ اور پنڈلی وغیرہ کے بال صاف کرنے کی اجازت بیان فرمائی ہے (فتاویٰ رشیدیہ) اور کان کے بال بھی اسی قبیل سے ہیں لہذا ان کا دور

کرنا بھی درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ڈاڑھی اور طرح طرح کی باتیں

آج کل دین سے اس قدر بے پروائی اور نگاہوں میں دین کی اس قدر بے وقعتی ہو گئی ہے کہ دینی باتوں کے متعلق لوگ جو منہ میں آئے تبصرہ کر گزرتے ہیں، بچاری ڈاڑھی کا بھی کچھ ایسا ہی حشر ہوا ہے، لوگ اس کے بارے میں طرح طرح کے ریمارکس کرتے ہیں، درحقیقت وہ لوگ اپنی جبلت و فطرت سے مجبور ہیں انہوں نے اپنی جو عادات اور خصلت ماحول کے اثرات سے بنائی ہے اور دجالی فتن سے متاثر ہو کر جس فطرت و جبلت کو اپنے درون میں جنم دے لیا ہے اس کے پیش نظر وہ ڈاڑھی پر طرح طرح کے ریمارکس کرنے پر مجبور ہیں اب انہی باتوں کے جوابات پیش خدمت ہیں، اس امید سے کہ ان کو پڑھ کر لوگ دین فطرت کی طرف رخ پھیریں اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

① جیسا دلیس ویسا بھیس

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے قومی اور ملکی رواج کے درجہ میں ڈاڑھی رکھی تھی اور اب چونکہ رواج بدل گیا ہے یعنی ڈاڑھی منڈولنے کا رواج ہو گیا ہے اس لئے جیسا دلیس ویسا بھیس۔ اب ڈاڑھی رکھنا عیب ہے۔ میرے بھائیو! آپ حضرات کا یہ خیال صحیح نہیں ہے بلکہ اہل عرب کا ڈاڑھی رکھنا اس لئے تھا کہ ملت ابراہیمی کے چند بقایا احکام جو ان میں باقی رہ گئے تھے ان میں ڈاڑھی رکھنا بھی تھا جس طرح وہ حج کرتے تھے بیت اللہ کا احترام بھی ان میں پایا جاتا تھا، ختنہ بھی کراتے تھے تو یہ سب ملت ابراہیمی کے احکام تھے جو کسی نہ کسی صورت میں باقی رہ گئے تھے۔

علاوہ بریں رسول اللہ ﷺ نے ڈاڑھی اس لئے نہیں رکھی تھی کہ وہ ملک کا رواج تھا بلکہ اس لئے رکھی تھی کہ وہ ملت ابراہیمی کی باقی ماندہ سنت تھی، نیز اللہ پاک نے آپ ﷺ کو اس کا حکم بھی دیا تھا طبقات ابن سعد میں یہ حدیث منقول ہے کہ:

أمرني ربي باعفاء لحيتي ميرے رب نے مجھے ڈاڑھی بڑھانے
وقص شواربي اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

إنه أمر باعفاء الشوارب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں
واعفاء اللحى. (مسلم، ابو داؤد کتروانے اور ڈاڑھیاں بڑھانے کا حکم
حدیث نمبر ۴۱۹۹) دیا ہے۔

پہلی حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ ڈاڑھی
بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کے لئے اپنے رب کی طرف سے مامور تھے،
اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ ہم ان دونوں باتوں کے بارگاہ رسالت
سے مامور ہیں لیکن آپ حضرات تو فرماتے ہیں کہ ملکی رواج کی بنا پر رکھی تھی،
فيا للعجب! (ڈاڑھی کی قدر و قیمت ص ۳۷)

علاوہ بریں اسلام کا کام رواج کی پیروی کرنا نہیں ہے بلکہ اس کو مٹانا ہے
اگر اسلام بھی رواج کے بہاؤ پر بہہ جائے اور ”بت شکن“ ہی ”بت ساز“ بن
جائے تو پھر ”کجا ماند مسلمان“!

آپ کے اجتہاد کا حاصل تو یہ نکلے گا کہ نبی جب دنیا میں آتے ہیں تو
ملکی و قومی رواج پر عمل کرتے ہیں اور جب دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں
تو رواج کو اپنا قائم مقام بنا جاتے ہیں اور امت سے کہہ جاتے ہیں کہ جیسے
جیسے رواج بدلے ویسے ویسے تم بھی بدلتے رہنا گویا ساری شریعت کا حاصل

صرف ایک فقرہ ہے کہ ”جیسا دیس ویسا بھیس“
ع ناطقہ سر بگریاں ہے کہ اسے کیا کہئے؟!

۲) اچھے کام کرو اور جو چاہو سو پہنو

کسی بزرگ کا مقولہ ہے کہ ”در عمل گوش و ہرچہ خواہی پوش“ یعنی دین پر عمل کرتے رہو اور جو چاہو پہنو اس سے بھی بعض حضرات استدلال کرتے ہیں کہ ظاہری ہیئت کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، حالانکہ وہ اس مقولہ کے معنی ہی نہیں سمجھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ حدود شرع میں رہ کر جو چاہو کھاؤ، پیو، پہنو، اوڑھو اور عمل میں مشغول رہو، یعنی اسلام نے نہ دنیا سے متمتع ہونے سے منع کیا نہ رہبانیت (ترک دنیا) کی تعلیم دی، بلکہ اسلام نے تورہ بانیت سے صراحتہ منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ^(۱) رہبانیت (ترک دنیا) اسلام میں نہیں

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي
أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ
7:32 ہے اسے کس نے حرام ٹھہرا دیا ہے؟!

کسی نے نہیں۔ تم اللہ پاک کی ہمہ قسم کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ، البتہ منشأ تخلیق کو نہ بھولو، اور وہ مقصد ہے عبادت الہی۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
جن و انس کو میں نے عبادت ہی کی غرض سے پیدا کیا ہے۔

اس لئے مذکورہ مقولے سے یہ استدلال کرنا کہ اسلام میں ظاہری شکل

(۱) قال ابن حجر لم اره بهذا اللفظ ولكن ورد في معناه (فتح ۹۶/۹)

و صورت کے لئے کوئی تعلیم موجود نہیں ہے ہرگز صحیح نہیں اگر کوئی باغی سلطان سے کہے کہ میں دل سے آپ کا مطیع و فرمانبردار ہوں اور ظاہر کی درستگی کی چنداں ضرورت نہیں، یا کوئی شخص کسی مجلس میں بول و برازیں کپڑوں کو آلودہ کر کے آبیٹھے اور جب اس کو ملامت کریں اور غسل اور تبدیل لباس کو ضروری قرار دیں تو وہ یہی کہہ دے کہ میرا باطن پاک و صاف ہے اور ظاہر کی درستگی کی چنداں ضرورت نہیں تو کیا بادشاہ یا اہل مجلس اس عذر کو قبول فرمائیں گے؟! اگر نہیں قبول کریں گے اور یقیناً نہیں قبول کریں گے تو اہل شرع اس عذر کو کیوں قبول کر لیں۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۲۱۲)

۳) باغ کی دیوار تزئین کی محتاج نہیں!

کچھ منچلے کہتے ہیں کہ ظاہری آرائش کی کیا حاجت ہے؟ باطن کی اصلاح کافی ہے، دیکھئے شاعر کہتا ہے۔

نباشد اہل باطن در پئے آرائش ظاہر

بقاش احتیاج نیست دیوار گلستان را

ترجمہ: صاحب دل، ظاہری ٹیپ ٹاپ کے درپے تھوڑے ہوتے ہیں! باغ کے گل و گلزار ہی زیب و زینت کے لئے کافی ہیں، دیوار میں گل کاری کی کیا حاجت ہے؟!

جواب: الکلمۃ حق اریدہا الباطل (بات تو صحیح ہے مگر مطلب غلط اخذ کیا گیا ہے) باغ کی دیوار میں گل کاری کی حاجت نہیں ہے لیکن دیوار کی تو حاجت ہے؟! اگر دیوار ہی نہ ہو تو اس باغ کا خدا حافظ!

ڈاڑھی اور اسی طرح کے تمام شعائرِ مؤمن کے لئے دیوار کی مثال ہیں جو اس کے ”ملی وجود“ کی حفاظت کرتے ہیں۔

طاہری ٹیپ ٹاپ کی تو اسلام نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے حدیث شریف میں حضور ﷺ نے روزانہ تیل کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے اور گاہے گاہے تیل کنگھی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اس حدیث کے معنی علمائے کرام نے یہی لکھے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو ہر وقت ٹیپ ٹاپ اور زیبائش کے چچھے دیوانہ نہیں بننا چاہئے، حسب ضرورت اس کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ بہر حال ڈاڑھی دیوار گلستاں کی گل کاری نہیں ہے بلکہ خود دیوار ہے اس کے بغیر مومن کے ”باغ ملت“ کی حفاظت ہی مشکل ہے۔

۴) کیا ڈڑھیل دھوکہ باز ہوتا ہے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ڈاڑھی والے مکار ہوتے ہیں اور دھوکہ دینے کے لئے ثقہ صورت بنا کر سامنے آتے ہیں۔ جواب: معلوم ہوا کہ دل آپ کا بھی گواہی دیتا ہے بلکہ بے اختیار زبان بھی اس کا اقرار کرتی ہے کہ ثقہ ہونے میں ڈاڑھی کو بڑا دخل ہے اور جیسے کسی کے روزہ، نماز اور حج سے کوئی دھوکہ کھاتا ہے اسی طرح ڈاڑھی سے بھی دھوکہ کھاتا ہے مگر میرے عزیزو! یہ تو بتاؤ کہ بچاری ڈاڑھی کو دھوکہ دینے میں کیا دخل ہے؟ جس شخص میں مکاری اور دھوکہ دہی کا اخلاقی عیب موجود ہو گا وہ تو ڈاڑھی منڈائے گا تب بھی دھوکہ دے گا۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو منافقانہ اسلام لائے تھے اور مسلمانوں کو ان سے دھوکہ ہوتا تھا مگر ان کے خداع و مکر کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان دھوکہ باز منافق ہوتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ بعض دھوکہ باز بھی مسلمان بن جلیا کرتے ہیں اسی طرح یوں نہ فرمائیے کہ ڈاڑھی والے مکار ہوتے ہیں کہ اس کا اثر عیاذ باللہ حضرات انبیا

تک پہنچتا ہے ہاں یوں فرمائیے کہ بعض دھوکہ باز بھی ڈاڑھی رکھا کرتے ہیں مگر اچھی چیز تو بہر حال اچھی ہے کیسے ہی برے کے پاس کیوں نہ چلی جائے۔ آپ حضرات سے تو یہ عرض ہے کہ وہ مکار ہے تو آپ تو ماشاء اللہ ذکی ہیں، آپ دھوکہ نہ کھائیے اور اس کی چال میں ہرگز نہ آئیے، مگر بے قصور ڈاڑھی پر تو الزام نہ لگائیے، بلکہ دعا کیجئے کہ اس تشبہ بالانبیاء کی برکت سے حق تعالیٰ مسلمان بھائی کو اخلاص نصیب فرمائے اور اے کاش وہ یہی سمجھ کر مکاری سے باز آجائے کہ ”بدنام کنندہ نیکو ناماں“ بن رہا ہوں (ڈاڑھی کی قدر و قیمت)

⑤ ڈاڑھی رکھنے میں اغیار کی مشابہت لازم آتی ہے

بعض حضرات کا خیال ہے کہ ڈاڑھیاں رکھنے سے اسلامی چہرے ان اقوام کے چہروں کے مشابہ ٹھہر جاتے ہیں جو ڈاڑھی مونچھ رکھنا اور انھیں دراز کرنا ضروری جانتی ہیں جیسے سکھ اور یہود وغیرہ۔

جواب: اس کا علاج شریعت نے مونچھیں کتروانے اور پست کر دینے سے کیا ہے کیونکہ یہ اقوام جہاں ڈاڑھیاں چھوڑنا ضروری سمجھتی ہیں وہیں مونچھیں دراز رکھنا بھی ضروری جانتی ہیں اس لئے حدیث میں أحفوا الشوارب (مونچھیں پست کرو) کا حکم ریش درازی کے دوش بدوش موجود ہے، جس سے فی الجملہ مسلم وغیر مسلم چہرے پھر بھی ممتاز ہی رہتے ہیں، اور اگر کسی قوم میں مونچھیں کتروانے کا سلسلہ بھی قائم ہو جیسا کہ یہود اور کاست قومیں مونچھوں کو زائد از لب تر شوا دیتی ہیں، اس لئے شریعت نے ڈاڑھیوں کو زائد از یک مشت کتر دینا مباح فرمادیا ہے تاکہ ان اقوام سے پھر بھی امتیاز باقی رہے کیونکہ بہت بڑھی ہوئی ڈاڑھیوں کو زائد از یک مشت لے کر ان کو مہذب بنالینے کا کوئی طریقہ ان اقوام میں رائج نہیں ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص

رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأخذ لحيته من عرضها وطولها.
ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنی ریش مبارک کو طول سے بھی درست کرتے تھے
اور عرض سے بھی درست کرتے تھے۔

بہر حال ڈاڑھی میں ان حدود کی رعایت ہر ایک قوم سے تشبہ قطع کر اگر
ایک مسلم کو تشبہ بالانبیا کے دائرے میں لے آتی ہے اور مسلم و کافر چہروں میں
امتیاز تام پیدا ہو جاتا ہے (التشبه فی الاسلام)

⑥ خوش آآمد تو در ملت ما

ہاں اگر کوئی کافر یحییٰ مسلم چہرہ بنائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسلامی حدود
کی رعایت کر کے اسلام کے قریب ہو رہا ہے اور اپنے مذہب کے خلاف اسلام
سے محبت و شغف کا اظہار کر رہا ہے۔ سو اس سے تشبہ قطع کرنے کی اس واسطے
ضرورت نہیں ہے کہ وہ خود ہم سے تشبہ کر رہا ہے اور اس حالت میں قطع تشبہ
اس سے نہ ہوگا بلکہ خود اپنے اور اپنے شعائے ہوگا وھو کما تری (التشبه فی الاسلام)

④ معیار حق

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ترکی، مصری اور حجازی مسلمان بھی تو ڈاڑھیاں
منڈاتے ہیں؟

جواب: میرے بھائی! آپ نے ان کو معیار حق اور ان کے فعل کو دلیل جواز
کیوں بنالیا، معیار حق تو قرآن و حدیث، رسول اللہ کا عمل اور صحابہ کا عمل ہی
ہے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ صرف وہ شخص ناجی ہے جو اس راہ کا راہرو ہے
جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ما انا علیہ واصحابی) اسی سے ”سنت

والجماعت“ کی اصلاح بنائی گئی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کا نام ”سنت“ ہے جو ما انا علیہ کا مفہوم ہے اور ”اصحابی علیہ“ کا مفہوم ہے جماعت حقہ کا عمل اور یہ دونوں راہیں درحقیقت ایک ہی ہیں اور جو اس پر گامزن ہے وہ ”سنت والجماعت“ کا فرد ہے۔

بہر حال آپ اس مسئلہ کو حجازی و مصری کسوٹی پر نہ چانچئے بلکہ قرآن و حدیث اور عمل صحابہ کی کسوٹی پر جانچئے۔

⑧ خالفوا المشرکین حکمت ہے

اسی طرح حدیث خالفوا المشرکین الخ کی نسبت بعض کا یہ کہنا کہ اس زمانہ میں بہت سے مشرک ڈاڑھی رکھا کرتے ہیں اس لئے ہم ان کی مخالفت کے واسطے ڈاڑھی منڈواتے ہیں، ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ احکام شرعیہ کے ساتھ جو کبھی کوئی مصلحت مذکور ہوتی ہے وہ کبھی علت ہوتی ہے اور کبھی حکمت ہوتی ہے، علت کے ساتھ تو حکم وجود اور عدم دائرہ ہوتا ہے لیکن حکمت کے ساتھ حکم دائرہ نہیں ہوتا یعنی حکمت کے تبدیل سے حکم نہیں بدلتا، اور حکمت و علت میں فرق سمجھنا راہِ تخیل فی العلم کا کام ہے پس خالفوا المشرکین کا مقرون فرمانا بطور حکمت کے ہے بطور علت کے نہیں ہے۔

حرمت کا مدار تغیر پر ہے یعنی صورت کا بگاڑ نہ علت ہے نہ مخالفت مشرکین دلیل اس کی یہ ہے کہ بعض احادیث میں جو حکم آیا ہے وہ مطلق ہے جیسا کہ من لم يأخذ من شاربہ فلیس منا۔ اور لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی حاکم رعایا سے کہے کہ دیکھو ”قانون مانو، فلاں قوم کی طرح شورش مت کرو“ تو کیا اگر وہ قوم اتفاق سے شورش چھوڑ دے تو کیا رعایا کو اس قوم کے ساتھ اس میں بھی مخالفت کرنی چاہئے، اس بنا پر کہ اول ان کی مخالفت کا حکم ہوا تھا؟ (امداد الفتاویٰ)

بہر حال اگر مان ہی لیا جائے کہ ڈاڑھی رکھنے کی جو حکمت تھی وہ اب ختم ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ حالانکہ ختم نہیں ہوئی بلکہ بدرجہ اتم موجود ہے۔۔۔۔۔ تو بھی حکم باقی رہے گا، کیونکہ حکمت ختم ہو جانے پر بھی حکم باقی رہتا ہے، اس لئے کہ حکمت، علت حقیقی نہیں ہوتی اور حکم کا انتفاع علت حقیقی کے انتفاع سے ہوتا ہے۔ مثلاً طواف میں رمل اس لئے شروع ہوا تھا کہ کفار مسلمانوں کی کمزوری کا نظارہ کرنے کے لئے پہاڑ پر آ بیٹھے تھے، لیکن اب وہاں کوئی کافر نہیں تاہم رمل کا حکم باقی ہے، چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ خولہ کسی بھی وجہ سے رمل کی ابتدا ہوئی ہو ہم تو ہمارے رسول کی سنت سمجھ کر برابر عمل کرتے رہیں گے۔

⑨ از حد و مصطفیٰ پیروں مشو!

الحاصل اتباع رسول ہی اصل دین ہے، حکم و مصالح باقی رہیں یا نہ رہیں سنت نبوی کی پیروی سب سے بڑی حکمت اور مصلحت ہے اور مسلمانوں کے لئے حدود مصطفویٰ سے باہر جانا کسی طرح روا نہیں۔

(۱) عبید اللہ بن خالدؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے آدمی نجاست ظاہری اور باطنی (تکبر و غیرہ) سے محفوظ رہتا ہے اور کپڑا جلدی نہیں پھٹتا (ارفع ازارک فانہ اتقی و ابقی) میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضور رسالت مآب ﷺ تھے، میں نے عرض کیا کہ حضور یہ ایک معمولی سی چدریہ ہے (انما ہی بردۃ ملحاء) یعنی اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے؟ اور اس کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں ہے تو کم

از کم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں (اما لك في أسوة) میں نے حضور ﷺ کے ارشاد پر حضور ﷺ کی لنگی کو دیکھا تو وہ نصف ساق تک تھی۔^(۱)

اس حدیث میں غور فرمائیں کہ تکبر نہ ہونے پر بھی حضور ﷺ نے اتباع سنت کی غرض سے لنگی اونچی اٹھانے کا حکم فرمایا تو کیا ڈاڑھی میں اس کا لحاظ ضروری نہیں؟

(۲) ایک انگریز اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد مسلمان ہو گیا اور اسلام قبول کرتے ہی اس نے ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی، کچھ لوگ اس سے کہنے لگے کہ ”ڈاڑھی رکھنا اسلام میں کچھ ضروری نہیں ہے آپ نے خواہ مخواہ ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی۔“

اس نو مسلم انگریز نے جواب دیا کہ ”میں ضروری اور غیر ضروری کی تقسیم نہیں جانتا میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ڈاڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے اور جب میں نے ان کی اطاعت قبول کر لی تو اب ان کا حکم بجالانا میرا فرض ہے کسی کے ماتحت کا یہ کام نہیں ہے کہ افسر بالا کے احکام میں سے کسی کو ضروری اور کسی کو غیر ضروری قرار دے“ یہ ہے کمال اسلام اور کامل اطاعت

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران)

ترجمہ: آپ اعلان فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ پاک تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے اور تمہارے گناہ معاف فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ نہایت معاف فرمانے والے اور بہت مہربانی فرمانے والے ہیں۔

لہذا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرتے ہیں اور اللہ

پاک کی محبت کا دم بھرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں، ان کا اسلام کا دعویٰ محض زبانی جمع خرچ ہے۔

⑩ ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر!

بعض حضرات کو ہر بات ہر دلیل تسلیم ہے لیکن بیوی کو ڈاڑھی پسند نہیں ہے، وہ پسند نہیں کرتی کہ ان کا شوہر ڈڑھیل ہو، اور جب تک بیوی صاحبہ اجازت نہ دیں وہ کیسے ڈاڑھی رکھ سکتا ہے؟

جواب: غالباً ایسے ہی موقع کے لئے کسی نے کہا ہے۔

ع ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

ترجمہ: لو عاشقی میں یہ ایک اور غم سرپڑا

اس کا علاج بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ مرد بننے یا اللہ پاک سے دعا کیجئے کہ وہ بیگم صاحبہ کو ”نور ہدایت“ سے بہرہ ور فرمائے۔

⑪ ایک اور پھول جھڑی!

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابھی تک ہماری شادی نہیں ہوئی اگر ہم ڈاڑھی رکھ لیں تو شادی ہونا مشکل ہے یا آپ ٹوڈیٹ لڑکی نہیں ملے گی یا مطلوبہ حاصل نہ ہو سکے گی۔

جواب: اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ پہلا عذر تو غلط ہے کیونکہ لڑکیاں صرف ریش تراشوں کے یہاں ہی تھوڑے ہوتی ہیں؟ ریش والوں کو بھی اللہ پاک نے اس نعمت سے نوازا ہے، اگر پہلے گھرانے سے نہیں ملے گی تو دوسری جگہ ہی سے سہی۔

اور دوسری بات اگرچہ صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ایسی بلا کے

لئے رتجھ کیوں رہے ہیں؟ حدیث میں تو فرمایا گیا ہے کہ:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةَ لَارْبَعٍ، لِمَالِهَا وَلِحَسْبِهَا، وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا
فَاطْفَرُ بِذَاتِ الدِّينِ تَرَبَّتْ يَدَاكَ (متفق علیہ)

ترجمہ: عورت سے چار مقاصد سے شادی کی جاتی ہے (۱) اس کے مال کے
لاالچ میں (۲) اس کے حسب و نسب کی خوبیوں کے پیش نظر (۳) اس کے حسن
وجہ کی وجہ سے (۴) اس کی دینداری کی وجہ سے پس تم دیندار عورت
حاصل کرنے میں کامیاب بنو، تمہارا بھلا ہو!
دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

الدنيا كلها متاع وخير دنيا تمام ہی چند روزہ برتنے کا سامان
متاع الدنيا المرأة الصالحة ہے اور دنیا کی استعمال کی چیزوں میں
(رواہ مسلم) نیک عورت سب سے اچھی متاع ہے۔

لہذا آپ اس ”متاع خیر“ کے طالب کیوں نہیں بنتے؟

اور تیسری بات کے سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر وہ صرف مطلوبہ ہے
تو آپ کے لئے ہرگز کار آمد نہیں وہ آپ کے لئے مفید اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ
وہ ”طالبہ“ بھی ہو اور جب آپ کے ڈاڑھی رکھنے سے اس کی طلب و چاہت
ختم ہو جاتی ہے تو یقین کر لیجئے کہ اس کی طلب صادق نہیں ہے اور طالبہ
کاذبہ تو سب سے بڑا فتنہ ہے، اللہ پاک ہر کسی کو اسکے شر سے محفوظ رکھے (آمین)

ملازمت کی وجہ سے ڈاڑھی منڈانا

سوال: بعض ملازمتوں کے لئے ڈاڑھی منڈانے کی شرط ہوتی ہے
جس کی ڈاڑھی ہوتی ہے اس کو ملازمت نہیں ملتی اگر کوشش کے بعد مل بھی
جلے تو تنخواہ نسبتاً کم ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ڈاڑھی منڈوانا یا فریج کٹ

رکھنا کیسا ہے؟ مدلل و مفصل جواب کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے سامنے پوری وضاحت آجائے اور لوگ اس شنیع حرکت سے باز آئیں اور ڈاڑھی کی اہمیت ان کے دل میں پیدا ہو۔ بیوا تو جروا۔

الجواب: حامد اومصلیٰ و مسلمانا بعد مردوں کے لئے ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کی مقدار شرعی ایک قبضہ یعنی ایک مشت ہے، ڈاڑھی رکھنا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متفقہ سنت ممتزجہ ہے، اسلامی اور قومی شعار ہے، شرافت و بزرگی کی علامت ہے، چھوٹے اور بڑے میں امتیاز و فرق کرنے والی ہے اسی سے مردانہ شکل کی تکمیل اور صورت نورانی ہوتی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی عمل ہے اور حضور ﷺ نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے اور آپ نے اپنی امت کو ڈاڑھی رکھنے کا تاکید فرمایا ہے، لہذا ڈاڑھی رکھنا واجب اور ضروری ہے منڈانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس پر امت کا اجماع ہے، مفسرین نے وَلَا مُرْتَهْمُ فَلْيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ڈاڑھی منڈانا بھی تغیر خلق اللہ ہے، یعنی اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنا ہے (بیان القرآن ص ۵۹ پارہ ۵ حاشیہ، ترجمہ شیخ الہند ص ۱۷۷، تفسیر حقانی ص ۲۲۹ ج ۳ پارہ ۵ سورہ نساء) اور بالاتفاق تغیر خلق اللہ حرام ہے شیطان لعین نے یہ کہا تھا کہ میں خدا کے بندوں کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑیں، معلوم ہوا کہ جو لوگ ڈاڑھی منڈا کر اپنی فطری صورت بگاڑتے ہیں وہ شیطان لعین کے حکم کی تعمیل اور اس کی مرضی کا کام کرتے ہیں اور جو لوگ شیطان مردود کے فرماں بردار ہیں وہ بڑے ہی خسارے میں ہیں، ارشاد خداوندی ہے: وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا ۝۱۱۹ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا وہ صریح نقصان میں پڑے گا۔

تفسیر روح البیان میں ہے حلق اللحية قبيح بل مثلةٌ وحرام و كما ان حلق شعر الرأس في حق المرأة مثلةٌ منهى عنها وتفويت للزينة كذلك حلق اللحية مثلةٌ في حق الرجال وتشبهٌ بالنساء منهى عنه وتفويت للزينة قال الفقهاء: اللحية في وقتها جمال وفي حلقها تفويتٌ للزينة على الكمال ومن تسييح الملائكة سبحان من زين الرجال باللعى وزين النساء بالذوائب یعنی: ڈاڑھی منڈانا قبیح ہے بلکہ مثلاً اور حرام ہے جس طرح عورت اگر اپنے سر کے بال منڈا دے تو یہ مثلاً ہے جو ممنوع ہے اور اس سے عورت کی زینت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح مرد اگر ڈاڑھی منڈا دے تو یہ بھی مثلاً ہے اور اس سے مردانہ شان ختم ہو جاتی ہے۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی اپنے وقت میں جمال ہے اور اس کو منڈا دینا زینت کو ختم کرنا ہے اور ملائکہ کی تسبیح ہے سبحان..... پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو لٹوں سے اور چوٹیوں سے (روح البیان ص ۲۲۲ تحت الآیۃ وَاِذَا بَلَغَ الْاِبْرَاهِمُ رَبَّهُ بِكَلِمَاتٍ فَاتَمَّهَنَّ)

ہدایہ میں ہے لان حلق الشعر في حقها مثلة كحلق اللحية في حق الرجال یعنی عورت کا سر کے بال منڈانا مثلاً ہے جس طرح مرد کا ڈاڑھی منڈانا مثلاً ہے۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۲۳۵ باب الاحرام کتاب الحج) لہذا فی الجوہرۃ النیرۃ ص ۱۶۷ ج ۱ کتاب الحج

ڈاڑھی منڈانا قوم لوط کی ہلاکت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، درمنثور میں ہے کہ قوم لوط دس برے کاموں کی وجہ سے ہلاک کی گئی ان میں سے ایک ڈاڑھی منڈانا بھی ہے۔ واخرج اسحق بن بشیر والخطیب وابن عساكر عن الحسن قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

عشر خصال عملتہا قوم لوط بها اھلکوا وتزیدھا امتی بخلة: اتیان الرجل بعضهم بعضاً الی قوله وقص اللحية وطول الشارب الخ (درمنثور ص ۲۲۴ ج ۴ سورۃ انبیاء پارہ ۷ تحت الآیہ۔ ولوطاً اتیناہ حکماً وعلماً ونجیناہ من القریۃ الخ)

ہند میں ایک فارسی شاعر مرزا بیدل تھے ان کے نعتیہ کلام سے مٹاثر ہو کر ایران سے ایک صاحب ان کی ملاقات کے اشتیاق میں ہندوستان آئے، شاعر مرزا بیدل سے ملاقات ہوئی تو اتفاق سے وہ ڈاڑھی منڈوانے میں مشغول تھے، ایرانی مسافر نے بڑے تعجب اور دکھ سے کہا کہ! آغارش می تراشی؟ (آقا آپ ڈاڑھی منڈالتے ہیں) اس نے کہا بلے دل کسے رانمی تراشم (ہاں! لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا، بڑا گناہ کسی کا دل دکھانا ہے) ایرانی مسافر نے برجستہ کہا۔ آرے دل رسول خدای خراشی، تو تو رسول اللہ ﷺ کا دل دکھاتا ہے تب اس کے دل کی آنکھیں کھلیں اور قالایا حالاً کہاے

جزاک اللہ چشم باز کردی مرا با جان جان جاں ہمراز کردی
رویفیع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے بعد قریب ہے کہ تیری زندگی دراز ہو، لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص اپنی ڈاڑھی میں گرہ لگائے یا ڈاڑھی چڑھائے یا تانت کا قلابہ ڈالے یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کرے تو محمد (ﷺ) اس سے بری ہیں، مشکوٰۃ شریف میں ہے عن رویفیع بن ثابت قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارو فیع لعل الحیوۃ ستطول بک بعدی فانخبر الناس ان من عقد لحیتہ او تقلد وکرا او استنجی برجیع دابۃ او عظم فان محمداً منہ برئ رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳ باب آدب الخلاء)
جب ڈاڑھی لٹکانے کے بجائے چڑھانے پر یہ وعید ہے تو منڈانے اور

شرعی مقدار (قبضہ) سے کم کرنے پر کیا وعید ہوگی؟ ناظرین اس کا خود اندازہ لگالیں۔ مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے

Sec 18

اسلامی شعار ہے اور منڈلنا حرام ہے۔

احادیث سے حضور ﷺ کی ریش مبارک کا ایک مشت بلکہ اس سے کچھ زائد ہونا ثابت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ریش مبارک میں

خلال فرماتے تھے عن انس بن مالک ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم كان اذا توضأ اخذ كفاً من ماء فادخله تحت خنكته فخلل به ^{بجھ کا جھرا}

لحيته وقال هكذا امرني ربي (ابوداؤد شریف باب تخليل اللحية) اور آپ ^{ابوداؤد اور ۱۴۵} باب تخليل

کی ڈاڑھی مبارک اتنی گنجان تھی کہ اس نے سینہ مبارک کو بھر دیا تھا کان اللحية

النبي صلى الله عليه وسلم كث اللحية يملأ صدره (شمائل ترمذی)

اور آپ ریش مبارک میں گنگھی بھی فرماتے تھے۔ عن انس بن مالک قال

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر دهن رأسه وتسريح

لحيته (شمائل ترمذی ص ۴) نیز روایتوں میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آنحضور

ﷺ اپنی ریش مبارک کے طول و عرض سے قبضہ سے زائد بالوں کو کتر لیتے

تھے، ترمذی شریف کی روایت ہے عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها

(ترمذی شریف ص ۱۰۰ ج ۲ باب ماجاء في الاخذ من اللحية) شرح شرعة

الاسلام میں مقدار قبضہ کی صراحت آئی ہے۔ عن عمرو بن شعيب عن

ابيه عن جده انه صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته طولاً

وعرضاً على قدر القبضة (شرح شرعة الاسلام ص ۲۹۸) حکیم الامت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ ”الطراف والظراف“ میں

تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿فائدہ﴾ روى الترمذی عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده انه صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته طولاً وعرضاً وصاحب مفتاح وغراب در آخرايس حديث لفظ اذا زاد على قدر القبضه نیز نقل کرده اند یعنی مفتاح وغراب میں اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ بھی ہے کہ حضور ﷺ اپنی ڈاڑھی مبارک سے عرضاً طولاً کرتے تھے جبکہ قبضہ کی مقدار سے زائد ہو جاتی (الطرائف والظرائف)

حضور اکرم ﷺ کے صحابہ (جو آپ کے اقوال و افعال کے مشاہدہ کرنے والے ہیں اور آپ کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے والے ہیں) کے عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بڑے فدائی ہیں اور آپ کی سنتوں کے بڑے شیدائی ہیں امام بخاری نے ان کے عمل کو بطور معیار پیش کیا ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحيته فما فضل اخذه! ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تھے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے جو حصہ زائد ہوتا تھا اس کو کاٹ دیتے تھے (بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲ کتاب اللباس) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مقدار قبضہ سے زائد کاٹ دیتے تھے (حاشیہ بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲ حاشیہ نمبر ۷) ترمذی شریف کے حاشیہ میں ہے وقد روى عن ابی هريرة ايضا انه كان يقبض علی لحيته فيأخذ ما فضل عن القبضة أسنده ابو شيبة ص ۱۰۰ ج ۲ حاشیہ نمبر ۹) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا عرض اور طول میں ڈاڑھی کتنا اسی مقدار اور کیفیت سے ہوتا تھا اور یہ ثابت ہوا کہ ڈاڑھی کی مقدار مسنونہ ایک مشت ہے لہذا اس سے کم کرنا اور بخشی ڈاڑھی رکھنا از روئے شرع جائز نہیں ہے۔

ان روایات و اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشیت سنت مؤکدہ ہے اس سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی لمبی رکھنا کہ لوگوں کی نگاہیں اس پر اٹھیں اور مذاق سا بن جائے یہ بھی خلاف سنت ہے، لہذا ملازمت اور اچھی تنخواہ کی خاطر ڈاڑھی منڈانا اور فرنیچ کٹ بنانے کی شرط قبول کرنا، جائز نہیں ہے حق تعالیٰ رزاق ہے اسی پر اعتماد و توکل کرنا چاہئے اس کے احکام اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنا چاہئے فرمان خداوندی ہے۔ وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ (سورہ عنکبوت پ ۲۱) ترجمہ: کئی جاندار ایسے ہیں کہ (آئندہ کے لئے) اپنا رزق نہیں بچاتے خدا پاک ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی رزق دیتا ہے اور ارشاد ربانی ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (اس کی نافرمانی اور گناہ کے کام نہیں کرتا) تو حق تعالیٰ اس کے لئے (مشکلات سے) نجات کی راہ نکالتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو کوئی خدا پر بھروسہ رکھتا ہے (اس کی مشکلات حل کرنے کیلئے) خدا کافی ہے (سورہ طلاق پ ۲۸)

حدیث میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”بے شک اگر تم خدا پر مکمل طور پر توکل کرو تو وہ تم کو اس طرح رزق عطا کرے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے جو صبح (اپنے گھونسلوں سے) بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو انکم تتوکلون علی اللہ حقّ توکّلہ لورزقکم کما یرزق الطیر تغدوا خماصاً وتروح بطاناً (مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں:

اے کریمے کہ از خزانہ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ بادشمان نظر داری
اے خدا! آپ جبکہ ایسے کریم ہیں کہ یہود و نصاریٰ، آتش پرستوں اور
بت پرستوں وغیرہ کو اپنے خزانہ غیب سے روزی پہنچاتے ہیں دشمنوں پر جب
ایسی نظر کرم ہے تو اپنے دوستوں کو (جو تیرے عبادت گزار ہیں) کس طرح
محروم رکھیں گے؟ (مقدمہ گلستاں)

منقول ہے کہ کوئے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اس وقت اس کے بدن
کے بال و پر سفید ہوتے ہیں نرمادہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا بچہ نہیں ہے اگر ہمارا
ہوتا تو ہم جیسا سیاہ ہوتا اس لئے وہ کھلانے سے گریز کرتے ہیں، بال و پر جب
سیاہ ہونے لگتے ہیں تب اسے اپنا بچہ سمجھتے ہیں اور پھر کھلانا پلانا شروع کرتے
ہیں جب تک اس کے بال و پر سیاہ نہیں ہوتے اس کس مپرسی کی حالت میں خدا
تعالیٰ اسے اس طریقہ سے روزی پہنچاتے ہیں کہ بچہ جب اپنی چونچ بار بار
کھولتا ہے تو اس وقت حشرات الارض اور جراثیم ہوا کے ذریعہ اس کے منہ
میں پہنچ کر اس کی خوراک بنتے ہیں (ابن کثیر، مظاہر حق) اس طرح اللہ تعالیٰ
کوئے کے بچہ کو روزی دیتا ہے تو کیا وہ ذات اپنے وفا شعار بندوں کو روزی
نہیں پہنچائے گی؟ کیا وہ تمہیں بھوکا مارے گی؟ نہیں ہرگز نہیں! بقول شاعرے
غم روزی مخور بر ہم مزن اور اق و فتر را

کہ پیش از طفل ایزد پر کند پستان مادر را

فکر معاش میں حیران و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں خدا تو ایسی
قدرت والے ہیں کہ بچہ کے دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے پستان مادر میں
دودھ مہیا کر دیتے ہیں اور اس طرح محیر العقول طریقہ پر خوراک کا انتظام

فرمادیتے ہیں بے شک وہ بڑی شان اور قدرت والے ہیں اِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ خدا کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو وہ اس کو حکم دیتا ہے ”کن“ (ہو جا) تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے۔ (سورہ یٰسین پ ۲۳)

خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین ثم آمین فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم وهو الهادی الی الصراط المستقیم۔

(خلاصہ فتویٰ از فتاویٰ رحمیہ ج ۶ ص ۳۶ تا ۳۵۰)

آخری بات

آخری بات جو ریش تراش کہا کرتے ہیں یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنے کی صورت میں، احباب کے لعن و طعن اور پھبتیوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔
جواب: جی ہاں یہ بات ضرور ہے اور صرف ڈاڑھی ہی کے سلسلہ میں یہ بات نہیں ہے بلکہ ہر سنت پر عمل کرنے والے کو ان چیزوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس لئے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانُ الصَّابِرِ لوگوں پر ایسا وقت بھی آنے والا ہے
فِيهِمْ عَلَى دِينِهِ كَالْقَابِضِ عَلَى کہ دین پر جمنے والے کی حالت ہاتھ
الْجَمْرِ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف میں چنگاری پکڑنے والے شخص جیسی
ص ۴۵۹) ہوگی۔

اس لئے نجات کی راہ صرف ایک ہے کہ آپ سنت کے داعی بن جائے اپنے احباب کو جو لعن و طعن اور پھبتیاں کتے ہیں سنت پر عمل کی دعوت دیجئے

اور بھلے انداز سے ان کے سامنے دین کی بات رکھے۔

داعی بننے کا ایک سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دین خود اپنے اندر جمتا ہے اور اس پر ایمان و ایقان مضبوط ہوتا ہے اور اگر احباب نے آپ کی بات مان لی تو یہ آپ کے لئے ”سرخ اونٹوں“ سے بھی بہتر ہوگا، نہیں مانیں گے تو آپ کے داعی ہونے کا اجر و ثواب تو کہیں گیا نہیں اور اگر انہوں نے آپ سے قطع تعلق کر لیا تو اللہ پاک نے شیطان کے سایہ سے آپ کو نجات دیدی۔ اس سلسلہ میں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ موجودہ زمانہ میں کسی ایسے شخص کے لئے جو فرنگیت زدہ ماحول سے تعلق رکھتا ہو ڈاڑھی رکھنا صرف حکم نبوی کی تعمیل ہی نہیں بلکہ ایک طرح کا جہاد بھی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد (مشکوٰۃ ۱/۳۰)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوط پکڑے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

بلکہ عجب نہیں کہ جہاد کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہجرت کا اجر بھی مل جائے کیونکہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

المهاجر من هجر ما نهى الله تعالى عنه
كامل مهاجر وہی ہے جو منہیات کا تارک بھی ہو۔

اور اس قدر ثواب کی امید اس وجہ سے ہے کہ ایسے شخص کو سب سے پہلے خود اپنے مذاق اور رنگ طبیعت کے خلاف جدوجہد کرنی پڑتی ہے جو برسوں کی تعلیم و تربیت اور ماحول کے اثرات سے راسخ ہو چکی ہوتی ہے، اس مرحلہ سے گزرنے کے بعد جب وہ شخص ڈاڑھی رکھ لیتا ہے تو اب اس کا ماحول

اس سے لڑنے لگتا ہے، ہر شخص اسے طعنہ دیتا ہے کہ یہ کیسا انقلاب تیرے اندر آرہا ہے؟ اعزاد و دوست آشنا بھی اسے چھیڑتے ہیں، اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے، شادی کی مارکیٹ میں اس کی قیمت گر جاتی ہے اور کافرانہ ماحول اپنی پوری طاغوتی اسپرٹ سے اس سے نبرد آزما ہو جاتا ہے۔

ان پے درپے حملوں کے مقابلہ میں کوئی ایسا شخص کبھی ٹھہر ہی نہیں سکتا جس میں گیر کڑکی مضبوطی نہ ہو اور ایمان کی بشاشت قلب میں جاگزیں نہ ہو چکی ہو، اور اس ثابت قدمی کے نتیجہ میں دوز بردست فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) اس کے اندر موجودہ کافرانہ ماحول کے خلاف دوسرے میدانوں میں بھی کامیاب لڑائی لڑنے کا جذبہ اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) اس کی مضبوط سیرت کا رعب اس کے ماحول پر طاری ہو جاتا ہے اور اس کی تبلیغ و تلقین میں اتنا وزن پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کی سوسائٹی کے دیگر لوگ بھی آہستہ آہستہ اسلام سے قریب آنے لگتے ہیں اور وہ کمالات عملی کا مصدر بن جاتا ہے۔

کمالات درحقیقت دو ہی ہیں ایک کمال علمی، دوسرا کمال عملی، قرآن پاک میں جن چار جماعتوں کی مدح فرمائی گئی ہے وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں ان میں سے اول دو کی تعریف کمال علمی کی وجہ سے ہے اور آخری دو کی تعریف کمال عملی کی وجہ سے ہے۔

پھر ان میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو کمالات علمی کا منبع ہیں جہاں سے کمالات علمی نمودار ہوتے ہیں اور صدیقین ان کمالات علمی کا مجمع ہیں جہاں آکر وہ کمالات مجتمع ہوتے ہیں، اسی طرح شہدائے کرام کمالات عملی کا مصدر ہیں اور صالحین کمالات عملی کا مظہر کیونکہ شہید وہ شخص ہے جو امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے کرتے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دے وہ قیامت کے دن گواہ ہو گا کہ اس کے امر بالمعروف کا اثر کس نے قبول کیا اور کس نے قبول نہیں کیا، اور جو لوگ شہید کے امر بالمعروف کو قبول کر لیتے ہیں وہ صالح کہلاتے ہیں۔

بہر حال کافرانہ ماحول میں، فرنگیت زدہ سوسائٹی میں، امت کی بے راہ روی کے وقت، ڈاڑھی جیسی سنت پر مضبوطی سے عمل کرنا خود اپنے نفس کے خلاف ایک طرح کا جہاد ہے اور اس کی استقامت کے نتیجہ میں جس قدر لوگ شعار اسلام سے قریب ہوں گے ان سب کا اجر و ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

باطن کی اصلاح

لیکن یہ مضبوط کیر کڑا اندرونی انقلاب کے بغیر رونما نہیں ہو سکتا دل میں جب اسلامی جڑیں مضبوط ہوں گی تبھی شعار اسلام کی قدر کرنے کی توفیق نصیب ہو گی، اس لئے پہلے باطن کی اصلاح کی طرف توجہ دینے کی حاجت ہے اور جب تک یہ بات حاصل نہیں ہوتی محض ضابطہ کی خانہ پری سے کامیابی کی پوری توقع نہیں۔

ہاں لوگوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے کس کے باطن میں نور اسلام جلوہ افروز ہوتا ہیں لیکن وہ لاعلمی، جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے یا قلت مبالغہ کی وجہ سے شعار اسلام سے لاپرواہ اور ماحول کی دیکھا دیکھی، اس اہم اسلامی شعار کے تارک بنے ہوئے ہوتے ہیں، ہمارا خطاب درحقیقت انہی حضرات سے ہے اس امید سے کہ شاید ان کو اصل حقیقت کی طرف توجہ ہو جائے۔

ڈاڑھی رکھنے کی علت اور حکمتیں

فطرت و جبلت کی باتوں کے جوابات تو ہو چکے اب ایک علمی مسئلہ کی تفصیل پیش کی جاتی ہے، پہلے بھی ضمناً ہم اس کا تذکرہ کر آئے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنے اور مونچھ کترنے کی علت کیا ہے اور حکمتیں کیا ہیں؟ یہ جاننا اس لئے ضروری ہے کہ علت کے وجود و عدم پر حکم کا وجود و عدم موقوف رہتا ہے لیکن حکمت و مصلحت کا یہ مقام نہیں ہے اس کے ہونے نہ ہونے سے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ذیل میں پہلے ہم حکمتیں بیان کریں گے پھر علت سمجھائیں گے۔

مونچھ کترنے اور ڈاڑھی بڑھانے کی حکمتیں

① مشرکین و مجوس وغیرہ کی مخالفت — مسلمان ایک مستقل امت ہیں ان کا رہن سہن، چال ڈھال، اوڑھنا بچھونا، شکل و صورت، رنگ ڈھنگ، طور و طریق غرض ہر شے کو ممتاز رکھا گیا ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کی مکمل تصویر ہوں ان کا وجود ہی اسلام کا ترجمان ہو اور قرآن پاک کی زبان میں وہ ساری دنیا کے سامنے دین کے ”شاہد“ بنیں ارشاد ربانی ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ، هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ، مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (الحج ۷۸)

ترجمہ: اللہ کے دین میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق

ہے اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا ہے، اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی، تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم رہو، وہ ابراہیم جس نے تمہارا لقب مسلمان (ہر طرح فرمانبردار) رکھا ہے قرآن سے پہلے نازل شدہ کتابوں میں بھی اور اس قرآن میں بھی تاکہ تمہارے سامنے رسول دین کے شاہد بنیں اور تم لوگوں کے سامنے دین کے ”شاہد“ بنو، سو تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑے رہو، وہ تمہارا کار ساز ہے (کسی کی مخالفت و ملامت سے تم کو ہر گز نقصان نہیں پہنچنے دے گا) سو کیا اچھا کار ساز ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔

تشریح: شہادت کے معنی ہیں دل و زبان، قول و عمل، خلوت و جلوت، زندگی و موت، غرض اپنی ایک ایک ادا سے اس دین کی گواہی دینا جس کا وہ داعی ہے اس کی زندگی کی کتاب میں اور اس کی دعوت کی کتاب میں کوئی فرق نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ تو ”شاہد“ بن کر اپنا فریضہ ادا کر چکے۔ اس کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور آیا اور ساری امت شاہد ہے کہ انھوں نے بھی ہر طرح دعوت و شہادت کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا، ان کے بعد یہ فریضہ مسلمانوں کی طرف منتقل ہوا اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان دین کے ”داعی“ اور ”شاہد“ بنیں کیونکہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا جو یہ فریضہ انجام دے، یہ ذمہ داری قیامت تک مسلمانوں کے ذمہ ڈالی گئی ہے۔

اور مسلمان دین کے لئے شاہد اسی وقت بن سکتا ہے جب اس کی کتاب زندگی اور کتاب دعوت میں ہم آہنگی اور کمال مطابقت ہو، وہ پوری طرح دین میں رنگا ہوا ہو اور دنیا کی دیگر اقوام سے مشابہت نہ رکھتا ہو ورنہ جس طرح اس کی صورت مشتبہ ہوگی اس کا دین بھی دیگر ادیان کے ساتھ مشتبہ ہو کر رہ

جلئے گا کیونکہ دین صرف کتاب سے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ اس کے ساتھ شخصیت کا ہونا بطور شاہد کے ضروری ہے۔

غرض مسلمانوں کو جس طرح ہر شعبہ زندگی میں دیگر اقوام کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے اسی طرح خاص ڈاڑھی کے مسئلہ میں بھی روکا گیا ہے۔

اور آج کل تو ڈاڑھی موٹنا محض ایک وضع ہی نہیں بلکہ ایک کلچر اور ایک مخصوص نظام حیات کا نمائیاں ترین شعار ہے، لہذا آج کل ڈاڑھی رکھنا اس کلچر اور اس نظام حیات کو چھوڑنے کا اعلان ہے اور عملاً اسلام کو مذہب زندگی کی حیثیت سے قبول کرنے کا ہم معنی ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو اس ذمہ داری کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں جو دین قبول کرنے کی وجہ سے ہم پر عائد ہوتی ہے۔

(۲) کھانے پینے میں نظافت کا لحاظ — علامہ ابن دقیق العید مالکی یا حنبلی احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام میں حدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاصل فی قص الشارب واحفائها وجہان: احدهما مخالفة زی الاعاجم وقد جاء ت هذه العلة منصوصة فی الصحيح حیث قال ”خالفوا المجوس“ والثانی: ان زوالها من مدخل الطعام والشراب ابلغ فی النظافة وآنزه من مضر الطعام. (۸۵/۱)

ترجمہ: مونچھیں کترنے اور پست کرنے میں دو حکمتیں ہیں (۱) عجیبوں کی ہیئت کی مخالفت یہ وجہ ایک حدیث میں صراحت ذکر کی گئی ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ ”مجوس کی مخالفت کرو“ (۲) کھانے اور پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے ان کو ہٹانا نظافت و ستھرائی کے لئے بہت ہی مفید ہے اور کھانے کی مضر توں

سے بہت زیادہ بچانے والا ہے۔

ظاہر ہے کہ لمبی لمبی مونچھیں کھانے میں بھی ملوث ہوں گی، پانی میں بھی ڈوبیں گی اس لئے شریعت نے حکم دیا کہ ان کو پست کرو۔
(۳) تجمل: یعنی مونچھ کم کرانے اور ڈاڑھی بڑھانے میں تجمل وزیباش ہے، لیکن اس کا اور اک کرنا سلیم الفطرت لوگوں کا کام ہے۔

(۴) عورتوں سے تشبہ کا منقطع ہونا — شریعت نے عورتوں کے ساتھ تشبہ حرام قرار دیا ہے تاکہ ایک نوع کے نوعی اقتضا آت دوسری نوع میں رل مل جانے سے باطل نہ ہو جائیں ارشاد نبویؐ ہے:

لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔
اللہ پاک نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔

(۵) طبّی مصالِح — سرد گرم ہول کے جھوٹوں سے گلے اور سینہ کی حفاظت اس کا ایک بین فائدہ ہے، اطباء اور ڈاکٹروں نے اس کے اور بھی فوائد بیان کئے ہیں

علت کا بیان

مونچھ کترنے اور ڈاڑھی بڑھانے کی علت ان کا امور فطرت میں سے ہونا ہے فطرت کے معنی پہلے یہ عرض کیے جا چکے ہیں کہ:

فطرت: انسان کے ان خصوصی صفات اور امتیازی نشانوں کا نام ہے جو انسانی جبلت و فطرت کے عین مطابق ہوں اور ان سے فرد یا قوم کی ممتاز شخصیت بنتی ہو اور اللہ پاک نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ امت مسلمہ کو حکم دیا ہو کہ تم اپنی شخصیت ان صفات کے ذریعہ بنا کر دنیا کی دیگر اقوام سے ممتاز ہو جاؤ۔

پہلے حدیث فطرت اور اس کی تشریح ہدیہ ناظرین کی جاچکی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اپنے خاص حکیمانہ طرز پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جو چند سطریں لکھی ہیں ان کا خلاصہ ہم ذیل میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب قدس سرہ کے الفاظ میں درج کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

یہ دس عملی باتیں جو دراصل طہارت و نظافت کے باب سے تعلق رکھتی ہیں ملت حنیفیہ کے مؤسس و مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں اور ابراہیمی طریقہ پر چلنے والی حنفی امتوں میں عام طور سے ان کا رواج رہا ہے اور ان پر ان کا عقیدہ بھی رہا ہے، قرنہا قرن تک وہ ان اعمال کی پابندی کرتے ہوئے جیتے اور مرتے رہے ہیں اسی لئے ان کو فطرت کہا گیا ہے اور یہ ملت حنفی کے شعائر ہیں اور ہر ملت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے کچھ مقرر و معلوم شعائر ہوں اور وہ ایسے علانیہ ہوں جن سے اس ملت والوں کو پہچانا جاسکے، اور ان میں کو تاہی کرنے پر ان سے مواخذہ کیا جاسکے تاکہ اس ملت کی فرمانبرداری اور نافرمانی احساس و مشاہدہ کی گرفت میں آسکے اور یہ بھی قرین حکمت ہے کہ شعائر ایسی چیزیں ہوں جو نادر الوقوع نہ ہوں اور ان میں معتد بہ فوائد ہوں اور لوگوں کے ذہن ان کو پوری طرح قبول کر لیں، اور ان دس چیزوں میں یہ باتیں موجود ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لئے ان چند باتوں پر غور کرنا چاہئے۔

جسم انسانی کے بعض حصوں میں پیدا ہونے والے بالوں کے بڑھنے سے پاکیزگی پسند اور لطیف مزاج آدمی کی سلیم فطرت اسی طرح منقبض اور مکدر ہوتی ہے جس طرح کہ حدث (یعنی کسی گندگی کے جسم سے خارج ہونے) سے ہوا کرتی ہے بغل میں اور ناف کے نیچے پیدا ہونے والے بالوں

کا حال یہی ہے اسی لئے ان کی صفائی سے سلیم الفطرت آدمی اپنے قلب و روح میں ایک نشاط اور انشراح کی کیفیت محسوس کرتا ہے جیسے کہ یہ اس کی فطرت کا خاص تقاضا ہے اور بالکل یہی حال ناخنوں کا ہے۔

اور ڈاڑھی کی نوعیت یہ ہے کہ اس سے چھوٹے اور بڑے کی تمیز ہوتی ہے اور وہ مردوں کے لئے شرف اور جمال ہے اور اسی سے ان کی مردانہ ہیئت کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ سنت انبیاء ہے اس لئے اس کا رکھنا ضروری ہے اور اس کا صاف کرنا مجوس و ہنود وغیرہ اکثر غیر مسلم قوموں کا طریقہ ہے نیز چونکہ بازاری قسم کے اور نیچی سطح کے لوگ عموماً ڈاڑھیاں نہیں رکھتے اس لئے ڈاڑھیاں نہ رکھنا گویا اپنے کو ان ہی کی صفوں میں شامل کرنا ہے۔

اور مونچھوں کے بڑھانے اور لمبا کرنے میں کھلا ہوا ضرر یہ ہے کہ منہ تک بڑھی ہوئی مونچھوں میں کھانے پینے کی چیزیں لگ جاتی ہیں اور ناک سے خارج ہونے والی رطوبت کا راستہ بھی وہی ہے، اس لئے صفائی اور پاکیزگی کا تقاضا یہی ہے کہ مونچھیں زیادہ بڑی نہ ہونے پائیں، اس واسطے مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا گیا ہے اور کلی اور پانی کے ذریعہ ناک کی صفائی اور مسواک اور پانی سے استنجا اور اہتمام سے انگلیوں کے ان جوڑوں کو دھونا جن میں میل کچیل رہ جاتا ہے صفائی اور پاکیزگی کے نقطہ نظر سے ان سب چیزوں کی ضرورت و اہمیت کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔ (معارف الحدیث ۳/۷۲)

ڈاڑھی اسلام کا شعار ہے

ہر ملت کے لئے شعائر کا وجود ضروری ہے اس کے بغیر وہ ملت باقی نہیں رہتی، ہندو سر کی چوٹی اور جینیو کو ضروری سمجھتا ہے اور سکھ اپنے بدن کے ہریال کی حفاظت کو جان کے برابر خیال کرتا ہے پارس کی اپنی خاص وضع کی ٹوپی

کو شعار مذہب بنائے ہوئے ہے اور انگریز ہیٹ اور ٹکٹائی کو فریضہ، قومیت اور خصوصاً کسی قسم کی صلیبی شکل کو مذہبی شعار قرار دئے ہوئے ہے اس کے برخلاف جس قوم نے اپنے یونیفارم کو محفوظ نہیں رکھا اس کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔

اور مسلمانوں کا وجود قیام قیامت تک ضروری ہے لہذا سب سے زیادہ مسلمانوں کے لئے اپنا وجود باقی رکھنا ضروری ہے اور وہ بغیر شعار کس طرح ممکن ہے؟ میرٹھ کالج کے ایک گریجویٹ نے ایک خط حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ (سابق صدر المدینہ دین و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) کی خدمت میں بھیجا تھا جس میں موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اسلامی تمدن و معاشرت کی پابندی بالخصوص ڈاڑھی رکھنے کی مشکلات کے اظہار کے ساتھ ڈاڑھی کے دینی و دنیوی مصالح اور حکم بھی دریافت کئے تھے۔ حضرت مولانا نے باوجود عدیم الفرستی اور نقاہت کے اس کا جو جواب مرحمت فرمایا وہ ڈاڑھی کے فلسفہ پر ایک محققانہ تبصرہ ہے، جس کو ہم ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔

مکتوب آمدہ از میرٹھ

جناب مولانا صاحب! سلامت! آداب کے بعد عرض ہے کہ میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ اپنے کثیر مشاغل کے باوجود مجھ پر کرم فرما کر جواب سے نوازیں گے

میں میرٹھ کالج میں پڑھتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ شریعت حقہ کی پابندی کروں، ان ہی شرعی پابندیوں میں سے ڈاڑھی ہے، جو الحمد للہ کہ میں ابھی تک رکھے ہوئے ہوں، مگر مولانا صاحب میں ڈاڑھی رکھ کر سخت پریشان

ہو گیا ہوں، کیونکہ کالج کی فضا میں ڈاڑھی رکھنا گویا کہ سب احباب کا مذاق اور طعنہ ہلے دل خراش مول لینا ہے، احباب کہتے ہیں:

(۱) ڈاڑھی سے آدمی برا اور جنگلی معلوم ہوتا ہے (۲) گو ہمارے نبی کریم ﷺ نے ڈاڑھی رکھی تھی مگر چونکہ اس وقت عرب میں رواج تھا اس لئے رکھی تھی مگر اب رواج نہیں اس لئے کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ (۳) آج کل مقابلہ کے امتحانات میں ڈاڑھی کی وجہ سے ناکامیابی ہوتی ہے اسلئے کہ امتحان یہ سمجھتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہے، یہ کہ یہ اولڈ فیشن کا آدمی ہے۔

بہر حال یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں ان معترضوں سے یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے ڈاڑھی رکھی تھی کافی نہیں ہوتا، اس لئے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آپ دین و دنیا کے ماہر ہیں، آپ ڈاڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کی حکمتیں بتلائیں، تاکہ میں اوروں کو بھی بتلا سکوں، واقعہ یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ ہاں مسنون ہے مگر اب ضروری نہیں، اس لئے بھی آپ کے فتویٰ کا منتظر ہوں اور اسی پر عمل کروں گا، فقط

جواب از حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ

محترم المقام ازید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں نہایت ہی عذیم الفرصت ہوں، پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ بعض بیماریوں میں مبتلا ہو گیا، آج کچھ طبیعت سنبھلی ہوئی ہے تو مختصر کچھ عرض کرتا ہوں، مگر مقصد پیش کرنے سے پہلے ایک ضروری تمہید پر آنجناب غور فرمائیں۔

یونین فارم کی سیاسی حیثیت

(الف) ہر نظام سلطنت میں مختلف شعبوں کے لئے کوئی نہ کوئی یونین فارم

مقرر ہے، پولیس کا یونیفارم اور ہے، فوج کا اور ہے، سوار کا اور ہے، پیادہ کا اور ہے، بری فوج کا اور ہے، بحری فوج کا اور ہے، ڈاک خانہ کا اور ہے، ریلوے کا اور، پھر افسروں کا اور ہے، ماتحتوں کا اور، پھر اس پر مزید تاکید اور سختی یہاں تک ہے کہ ڈیوٹی ادا کرتے وقت اگر یونیفارم میں کوئی ملازم نہیں پایا جاتا تو مستوجب سزا شمار کیا جاتا ہے، خاص بادشاہی فوجیوں کا اور ہی یونیفارم ہے، ندما اور وزرائے مقررین کا اور ہے، یہ حال تو صرف ایک ہی سلطنت کلہ ہے کہ مختلف شعبوں میں علیحدہ علیحدہ یونیفارم رکھا جاتا ہے، اور جس طرح ڈیوٹی دینے والا بغیر یونیفارم مجرم قرار دیا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی دوسرے شعبہ کا یونیفارم پہن کر آجائے اور افسروں کو اطلاع ہو جائے تو وہ بھی اسی طرح یا اس سے زیادہ مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

جس طرح بغیر یونیفارم کے آنے والا ملازم مجرم قرار دیا جاتا ہے اور جس طرح یہ امر ایک نظام سلطنت اور حکومت میں ضروری خیال کیا جاتا ہے اسی طرح اقوام و ملل میں بھی ہمیشہ اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اگر آپ تفحص کریں گے تو انگلینڈ، فرانس، جرمنی، اٹلی، آسٹریلیا، امریکہ وغیرہ میں پائیں گے کہ وہ اپنے اپنے نشانات، جھنڈے، یونیفارم علیحدہ علیحدہ رکھتے ہیں واقف کار شخص ہر ایک کے سپاہی کو دوسرے سے متمیز کر سکے گا اور اسی سے میادین جنگ اور ملکی سیاسی مقامات میں امتیاز کیا جاتا ہے، ہر قوم اور ہر ملت اپنے اپنے یونیفارم اور نشانوں کو محفوظ رکھنا از حد ضروری سمجھتی ہے، بلکہ بسا اوقات اس میں خلل پڑنے سے سخت سے سخت وقائع پیش آجاتے ہیں کسی حکومت کے جھنڈے کو گرا دیجئے کوئی توہین کر دیجئے کہیں سے اکھاڑ دیجئے، دیکھئے کس طرح جنگ کی تیاری ہو جاتی ہے یہ یونیفارم صرف لباس ہی میں نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی جسم میں بھی بعض بعض علامتیں رکھی جاتی ہیں بعض قوموں میں

ہاتھ میں یا جسم میں گودنا گودا جاتا ہے، بعض میں کان میں یا ناک میں چھید کر کے حلقہ ڈالا جاتا ہے، بعض میں بال باقی رکھے جاتے ہیں بعض میں سر پر چوٹی رکھی جاتی ہے۔

ترک شعار کے نتائج

الغرض یہ طریقہ امتیاز شعبہائے مختلفہ اور اقوام و حکومت اور ملل کا ہمیشہ سے اور تمام اقوام میں اطراف عالم میں چلا آتا ہے اگر یہ نہ ہو تو کوئی محکمہ اور کوئی قوم اور کوئی حکومت دوسرے سے متمیز نہ ہو سکے، ہم کو کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ فوجی ہیں یا ملکی، پوسمین ہے یا ڈاکیہ، یاریلوے کا ملازم ہے یا بحری جہازوں کا افسر ہے، یا ماتحت جرنیل ہے یا منیجر، اسی طرح ہم کس طرح جان سکتے ہیں کہ یہ شخص روسی ہے یا فرانسیسی، امریکن ہے یا آسٹرین وغیرہ وغیرہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس کا لحاظ ضروری سمجھا گیا ہے۔

(ب) جو قوم اور جو ملک اپنے یونیفارم کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوموں میں منجذب ہو گئی حتیٰ کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا، اسی ہندوستان میں یونانی آئے، سنٹھین آئے، افغان آئے، آریہ آئے، تاتاری آئے، ترک آئے، مصری اور سوڈانی آئے مگر مسلمانوں سے پہلے جو قومیں بھی آئیں آج ان میں سے کیا کوئی ملت یا قوم باقی ہے؟ کیا کسی کی بھی ہستی علیحدہ بتلائی جاسکتی ہے؟ سب کے سب ہندو قوم میں جذب ہو گئے۔

وجہ صرف یہ تھی کہ انھوں نے اکثریت کے یونیفارم کو اختیار کر لیا، دھوتی، چوٹی، ساڑھی رسم و رواج وغیرہ میں انہی کے تابع ہو گئے، اس لئے ان کی ہستی مٹ گئی باوجود اختلاف عقائد کے سب کو ہندو قوم کہا جاتا ہے، اور کسی کی قومی ہستی جس سے اس کی امتیازی شان ہو باقی نہیں۔

ہاں جن قوموں نے امتیازی یونیفارم کو قائم رکھا وہ آج اپنی قومیت اور ملت کا تحفظ اور امتیاز رکھتے ہیں، پرشین قوم ہندوستان میں آئی، ہندو قوم اور راجاؤں نے ان کو ہضم کرنا چاہا، عورتوں کا یونیفارم بدلوایا معیشت اور زبان بدلوادی مگر مردوں کی ٹوپی نہ بدلی گئی بالآخر آج وہ زندہ قوم اور موجود و ممتاز ملت ہیں، سکھوں نے اپنی امتیازی وردی قائم کی، سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو محفوظ رکھا، آج ان کی قوم امتیازی حیثیت رکھتی ہے، اور زندہ قوم شمار کی جاتی ہے، انگریز سولہویں صدی کے آخر میں آیا، تقریباً ڈھائی سو برس گزر گئے نہایت سرد ملک کارہنے والا مگر اس نے اپنا یونیفارم کوٹ، پتلون، ہیٹ، کالر، ٹکٹائی، اس گرم ملک میں بھی نہ چھوڑی یہی وجہ ہے کہ اس کو پینتیس کروڑ والا ملک اپنے میں ہضم نہ کر سکا، اس کی قوم اور ملت علیحدہ ملت ہے اس کی ہستی دنیا میں قابل تسلیم ہے، مسلمان اس ملک میں آئے اور تقریباً ایک ہزار برس سے زائد ہوتا ہے کہ جب سے آئے ہیں اگر وہ اپنے خصوصی یونیفارم کو محفوظ نہ رکھتے تو آج اسی طرح ہندو قوم میں نظر آتے جیسے کہ مسلمانوں سے پہلے آنے والی قومیں ہضم ہو کر اپنا نام و نشان مٹا گئیں۔ آج بجز تاریخی صفحات کے ان کا نشان کرۂ زمین پر نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں نے صرف یہی کیا کہ اپنا یونیفارم محفوظ رکھا، بلکہ یہ بھی کیا کہ اکثریت کے یونیفارم کو مٹا کر اپنا یونیفارم پہنانا چاہا، چند ہزار تھے اور چند کروڑ بن گئے، صرف یہی نہیں کہ پاجامہ، کرتہ، عبا، قبا عمامہ، دستار محفوظ رکھا، بلکہ اسمائے رجال و نسا، تہذیب و کلچر، رسم و رواج، زبان و عمارت وغیرہ جملہ اشیا کو محفوظ رکھا اس لئے ان کی ہستی ایک مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی، اور جب تک اس کی مراعات رہیں گی، رہیں گے۔ اور جب چھوڑیں گے مٹ جائیں گے۔

ترقی اقوام و ملل کا راز

(ج) ہر قوم نے جب بھی ترقی کی ہے تو اس کی کوشش کی ہے کہ اس کا یونیفارم، اس کا کلچر، اس کا مذہب، اس کی زبان، دوسروں پر غالب ہو جائے اور دوسرے ممالک و اقوام میں پھیل جائے، آریہ قوم کی تاریخ پڑھو، فارسیوں کے کارنامے دیکھو، کلدانیوں اور عبرانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو، یہودیوں اور عیسائیوں کے انقلابات کو غور سے دیکھو، دور کیوں جاتے ہو عربوں اور مسلمانوں کے اولوالعزم اعمال آپ کے سامنے موجود ہیں، زبان عربی صرف ملک عرب کی زبان تھی، عراق، سیریا، فلسطین، مصر، سوڈان، الجزائر، ٹونس، مراکش، فارس، صحرا لیبیا، سینگال، حرت وغیرہ میں کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا، نہ مذہب اسلام سے، نہ اسلامی رسم و رواج سے، مگر عربوں نے ان ملکوں میں اس طرح اپنی زبان، اپنا کلچر، اپنی تہذیب جاری کر دی کہ وہاں کی غیر مسلم اقوام آج بھی اسلامی یونیفارم، اسی کلچر، اسی تہذیب، اسی زبان کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں۔ اسرائیلی قومیں، کلدانی نسلیں، عربی خاندان، ترکی برادرین، بڑی بڑی ذاتیں وغیرہ ان دیار میں سب کی سب منہضم ہو گئی ہیں اگر کسی کو اپنی ذات اور خاندان کا کچھ علم بھی ہے تو وہ بھی خیال خواب ہے سب کے سب اپنے کو عرب ہی سمجھتے ہیں اور عربیت ہی کے دعویدار ہیں۔ انگلستان کو دیکھئے، یہ اپنے جزیرے سے نکلتا ہے، کینیڈا، آسٹریلیا، امریکہ، نیوز لینڈ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ وغیرہ میں پوری جدوجہد کر کے اپنی زبان اپنا کلچر اپنی تہذیب، اپنا مذہب، اپنا لباس وغیرہ پھیلا دیتا ہے۔ جو لوگ اس کے مذہب میں داخل بھی نہیں ہوتے وہ بھی اس کی تہذیب اور فیشن میں منجذب ہو جاتے ہیں اور یہی حال ہندوستان میں روز افزوں ترقی

پذیر ہے، ہندو قوم اسی سیلاب کو دیکھ کر اپنی وہ مردہ زبان سنسکرت، جس کو تاریخ کسی طرح عام زبان، ہندوستان یا کم از کم آریہ نسل کی، نہیں بتا سکتی، آج اس کی اشاعت کی کوشش کر رہی ہے، اس کا لیکچرار کھڑا ہوتا ہے اور فی صدی پچاس یا اس سے زائد الفاظ سنسکرت کے ٹھونس کر اپنی تقریر کو ناقابل فہم بنادیتا ہے۔ خود اس کی قوم ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکتی، اور بالخصوص اس کا مذہبی واعظ تو تقریباً اسی نوے فی صد الفاظ سنسکرت اور بھاشا کے بولتا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اس کی قوم اس کو بنظر استحسان ہی دیکھتی ہے بڑے بڑے گروکل اور ودیا پیٹھ اس زبان مردہ کو زندہ کرنے کے لئے جاری کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ روئے زمین پر کوئی قوم یا ملک اس زبان کا بولنے والا موجود نہیں ہے، اور غالباً پہلے کسی زمانہ میں بھی یہ زبان عام پبلک کی زبان نہ تھی، وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ تمام ہندوستان میں اسی کے قدیمی رسم خط کو جاری کیا جائے، حالانکہ وہ نہایت ناقص رسم خط ہے وہ اپنی انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ دھوتی باندھنا نہ چھوڑے، ایم، ایل، سی، ایم، ایل، اے، اسمبلی کا پریسڈنٹ، کونسل کا پریسڈنٹ، اس کی قوم کانج، ڈپٹی کلکٹر وغیرہ وغیرہ دھوتی باندھ کر، سر کھول کر، قمیص پہن کر برسر اجلاس آتا ہے۔ حالانکہ دھوتی میں پاجامہ سے بدرجہا زیادہ کپڑا خرچ ہوتا ہے پردہ بھی پورا نہیں ہوتا، سردی اور گرمی سے بھی پوری حفاظت نہیں ہوتی، باوجود ان سب امور کے پانچامہ پہننا اختیار نہیں کرتا، چوٹی سر پر رکھنا، جینیو لگانا، ضروری سمجھتا ہے یہ کیا چیزیں ہیں؟ کیا یہ قومی شعار، قومی یونیفارم نہیں ہے؟ کیا اسی وجہ سے وہ اپنی ہستی کی صورت نہیں نکال رہا ہے؟ گرو نانک اور اس کے اتباع نے چاہا کہ اپنے تابعداروں کی مستقل ہستی قائم کریں، تو بال کانہ منڈانا، ڈاڑھی کانہ کتروانا یا نہ منڈوانا، لوہے کے کڑے کا پہننا کر پان کارکھنا قومی یونیفارم بنادیا آج اسی شعار

پرسکھ قوم مری جاتی ہے اس گرم ملک میں طرح طرح کی تکالیف سہتی ہے مگر بالوں کا کتروانا یا منڈوانا قبول نہیں کرتی۔ اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے دنیا سے اس کی امتیازی ہستی اور قومی موجودیت فنا کے گھاٹ اتر جائے گی۔

ڈاڑھی مسلمان کا یونینفارم ہے

مذکورہ بالا معروضات سے بخوبی واضح ہے کہ کسی قوم اور مذہب کا دنیا میں مستقل وجود جب ہی قائم ہو سکتا ہے، اور باقی جب ہی رہ سکتا ہے جب کہ وہ اپنے لئے خصوصیات وضع قطع میں، تہذیب و کلچر میں، بود و باش میں، زبان اور تحمل میں، اختیار کر لے، اس لئے ضروری تھا کہ مذہب اسلام جو کہ اپنے عقائد، اخلاق و اعمال وغیرہ کی حیثیت سے تمام مذاہب دنیاویہ اور تمام اقوام عالم سے بالاتر تھا، اور ہے خصوصیات اور یونینفارم مقرر کرے، اور ان کے تحفظ کو قومی اور مذہبی تحفظ سمجھتا ہو، ان کے لئے جان لڑا دے، اس کی وہ خصوصیات اور یونینفارم خداوندی تابعداروں اور الہی بندوں کے یونینفارم ہوں جن سے وہ اللہ کے سرکشوں اور دشمنوں سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے۔ اور ان کی بنا پر باغیان بارگاہ الوہیت میں تمیز ہو کرے۔ چنانچہ یہی راز من تشبہ بقوم فھو منھم کا ہے بسا اوقات نوجوانوں کو بہت غصہ آ جاتا ہے اسی بنا پر جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے تابعداروں کے لئے خاص خاص یونینفارم تجویز فرمائے کہیں فرمایا جاتا ہے ”ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے سے ہوتا ہے“ فرق ما بینا وبين المشرکین العمائم علی القلائس (او کما قال) اسی بنا پر مخالفت اہل کتاب مانگ نکالنے میں اختیار کی گئی ہے اسی بنا پر ازار اور پاجامہ میں ٹخنے کھولنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اہل تکبر سے تمیز ہو جائے۔ اسی طرح بہت سے احکام، اسلام میں

پائے جاتے ہیں، جن کے بیان میں بہت طول ہے اور جن میں یہودیوں سے نصاریٰ سے مجوسیوں سے، مشرکوں سے امتیاز اور علیحدگی کا حکم کیا گیا ہے اور ان امور کو ذریعہ امتیاز بنایا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو مردوں اور مردوں کو عورتوں سے علیحدہ علیحدہ یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے، اور عورتوں کے یونیفارم میں رہنے والے مرد اور مردوں کے یونیفارم میں رہنے والی عورت کو لعنت کی گئی، انہی امور میں سے عربی میں خطبہ جاری کرنا بھی ہے اور انہی امور میں سے مونچھ کا منڈوانا اور کتروانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا بھی ہے۔

(۱) صحیح بخاری اور مسلم میں ہے خالفوا المشرکین اوفروا اللہی واحفوا الشوارب، (مسلم) جزوا الشوارب وارخوا اللہی خالفوا المجوس، (بخاری ص ۸۷۵)، من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا (ترمذی، نسائی)

ان روایات کے مثل اور بہت سی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین اور مجوس ڈاڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے، جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے اور یہ امر ان کے مخصوص یونیفارم میں داخل تھا، بنا بریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دوسرے یونیفارم کا جو کہ ان کے یونیفارم کے خلاف ہو حکم کیا جائے نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کا ڈاڑھی بڑھانے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل اس زمانہ میں عرب کے اس رواج کی وجہ سے ہے جو کہ اس زمانہ میں جاری تھا کہ ڈاڑھیاں بڑھاتے تھے اور مونچھیں کٹاتے تھے غلط ہے بلکہ اس زمانہ میں بھی مخالفین اسلام کا یہ شعار تھا۔

جس طرح اس قسم کی روایات مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم

مشرکین اور مجوس کا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف یونینفارم دیا جائے تاکہ تمیز کامل ہو، اسی طرح حدیث عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاعْقَاءُ اللَّحْيَةِ الْخ (ابوداؤد ص ۸) وغیرہ بتلا رہی ہے کہ خداوندی کے خاص خاص مقربین اور ندیموں (انبیاء اور مرسلین علیہم السلام) کے یونینفارم میں سے مونچھوں کا کتر وانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا ہے کیونکہ فطرت انہی امور کو اس جگہ میں کہا گیا ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے شعار میں سے ہے جیسا کہ بعض روایتوں میں بجائے لفظ فطرت کے من سنن یا اس کا ہم معنی موجود ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ یہ خاص یونینفارم اور شعار ہے جو کہ مقربان بارگاہ الوہیت کا ہمیشہ سے یونینفارم رہا ہے اور پھر دوسری قومیں اس کے خلاف کو اپنا یونینفارم بنائے ہوئے ہیں (جو کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو توڑنے والی اور اس سے بغاوت کرنے والی ہیں) اس لئے دو وجہ سے اس یونینفارم کو اختیار کرنا ضروری ہوا^(۱)

(۲) علاوہ ازیں ایک محمدی کو حسب اقتضائے فطرت اور عقل لازم ہوتا چاہئے کہ وہ اپنے آقا کا سارنگ ڈھنگ، چال چلن، صورت سیرت، فیشن کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب و آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے، ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضا یہی رہا ہے اور یہی ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے، آج یورپ سے بڑھ کر روئے زمین پر حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے؟ واقعات کو دیکھئے، اس بنا پر بھی جو ان کے خصوصی

(۱) دونوں وجہیں اسی خلاصہ میں ذکر کی گئی ہیں (۱) ڈاڑھی ہمیشہ سے غیروں کی مخالفت سے قطع نظر کر کے مقربان بارگاہ الوہیت کا شعار رہی ہے (۲) چونکہ دوسری اقوام اس کے خلاف کو یعنی ڈاڑھی منڈانے کو اپنا یونینفارم بنائے ہوئے ہیں اس لئے ان کے شعار کے برخلاف کو یعنی ڈاڑھی رکھنے کو مسلمانوں کا یونینفارم بنایا گیا ہے ۱۲ سعید احمد

شعار اور فیشن ہیں ہم کو ان سے انتہائی متنفر ہونا چاہئے، خواہ وہ کرزن فیشن ہو یا گلیڈ اسٹوں فیشن ہو، خواہ وہ فرنیچ ہو یا امریکن، خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے، خواہ وہ زبان سے متعلق ہو یا تہذیب و عادات سے، ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی سب چیزیں پیاری ہوتی ہیں اور دشمن کی سب چیزیں مبغوض اور اوپری، بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی شعار ہو جائیں۔

اس لئے ہماری جدوجہد یہ ہونی چاہئے کہ ہم غلامان محمد ﷺ اور ان کے فدائی بنیں، نہ کہ غلامان کرزن و ہارڈنگ، فرانس و امریکہ وغیرہ۔ باقی رہا امتحان مقابلہ یا ملازمتیں یا آفس کے ملازموں کے طعنے وغیرہ تو یہ نہایت کمزور امر ہے کہ سکھ امتحان مقابلہ بھی دیتے ہیں، چھوٹے اور بڑے عہدوں پر بھی مقرر ہیں، اپنی وردی پر مضبوطی سے قائم ہیں کوئی ان کو ٹیڑھی بینگی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ باوجود اپنے قلیل التعداد ہونے کے سب سے زیادہ ملازمتیں اور عہدے لئے ہوئے غرار ہے ہیں اسی طرح ہندوؤں میں بھی بکثرت ایسے افراد و خاندان پائے جاتے ہیں، پٹیل کی ڈاڑھی کو دیکھئے اور برہمنوں سمان وغیرہ کے بہت سے بنگالیوں اور گجراتیوں کا معائنہ کیجئے۔ یہ سب باتیں ہماری کمزوریوں کی ہیں۔ فقط (رسالہ ”ڈاڑھی کا فلسفہ“ تمام ہوا منقول از امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۳۱ تا ۲۳۸)

ڈاڑھی مند اکبر اللہ و رسول کونہ ستاؤ

علاوہ بریں ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ حراماں نصیبی کی کوئی بات نہیں کہ اس کے کسی قول یا فعل سے اللہ پاک ناراض ہوں یا اس کے سچے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچے، ورنہ وہ دنیا و آخرت میں اللہ پاک کی رحمت سے محرومی

اور ذلیل کرنے والے عذاب کا مستحق ہو کر رہ جائے گا اللہ پاک کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (الاحزاب ۵۷)

ترجمہ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اللہ کے ناراض کرنے کو مجازاً ”ایذا“ کہہ دیا گیا ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا حقیقی ہے۔

اب آپ آئندہ واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ اس فعل شنیع یعنی ریش تراشی سے رسول اللہ ﷺ کو کس قدر سخت نفرت ہے اور آپ ﷺ کو اس سے کس قدر تکلیف ہوتی ہے اور آپ اس سے کس قدر ناراض ہوتے ہیں۔

جب شاہ ایران، خسرو پرویز، کے پاس حضرت عبد اللہ بن حذافہ کے ہاتھ آنحضرت ﷺ کا تبلیغی والا نامہ پہنچا تو اس نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصے سے اس کو چاک کر دیا اور پھریوں بکا کہ ”ہماری رعایا کا ادنیٰ شخص ہمیں خط لکھتا ہے اور اپنا نام ہمارے نام سے پہلے لکھتا ہے“

اس کے بعد باذان کو جو اس کی طرف سے یمن کا گورنر تھا اور عرب کا تمام ملک اس کے زیر نگین سمجھا جاتا تھا حکم بھیجا کہ دو مضبوط آدمی بھیجو جو اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے لے آئیں۔

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا جس کے افسر کا نام خر خسرو تھا، نیز حالات محمدیہ (علی صاحبها الف صلاة وتحية) پر گہری نظر ڈالنے کے لئے ایک ملکی افسر بھی اس کے ساتھ کر دیا جس کا نام بانویہ تھا، یہ دونوں افسر

جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو رعب نبوت کی وجہ سے ان کی رگہائے گردن تھر تھرا رہی تھی۔

یہ لوگ چونکہ آتش پرست پارسی تھے اس لئے ڈاڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔

ان کے چہرے پر نظر ڈال کر آپ کو تکلیف پہنچی، آپ ﷺ نے پہلا سوال ان سے یہ کیا کہ ایسی صورت بنانے کا تم سے کس نے کہا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے رب کسریٰ نے (وہ اپنے بادشاہ کسریٰ کو رب کہا کرتے تھے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مگر میرے رب نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کتر واول،

وكانا قد دخلا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد حلق لحاهما واعفيا شواربهما، فكره النظر اليهما. وقال: ويلكما من امر كما بهذا؟ فقالا: امرنا بهذا ربنا، يعنينا كسرى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لكن ربي امرني باعفاء لحيتي وقص شاربي^(۱)

قصہ طویل ہے مگر یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ غیر مسلم سفیروں کی اس صورت و شکل سے بھی آنحضرت ﷺ کو طبعی تکلیف ہوئی۔

اب آپ غور فرمائیں کہ بے ریش رہنے کی چند سال کی عادت کے بعد آپ کو ڈاڑھی والی صورت دیکھنے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ اگر آنحضرت ﷺ کو عمر بھر کی عادت شریفہ سے مانوس ہونے کی وجہ سے منڈی ہوئی

(۱) (۱) اوفاباحوال المصطفیٰ لابن جوزی ج ۲ ص ۳۳ طبقات ابن سعد جلد اول مصنف ابن ابی شیبہ مسند حارث بن اسامہ اور سیرت حلبیہ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے، مصنف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لكن في ديننا ان نحفي الشارب وان نعفي اللحية (لیکن ہمارے مذہب میں مونچھ کم کرنا اور ڈاڑھی بڑھانا ہے)

ڈاڑھی والے کامنہ دیکھنے سے ایسی ہی تکلیف ہو تو کون وجہ مانع ہے؟ نعوذ باللہ من اذیتہ واذیۃ رسولہ۔

خشخشی ڈاڑھی کا حکم

حدیث شریف میں ہے کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُکْثِرُ دُهْنَ رَأْسِهِ
 جناب رسول اللہ ﷺ سر میں تیل کی مالش اور کنگھی سے ڈاڑھی کی
 وَتَسْرِیْحَ لِحِیَّتِهِ آرائش بکثرت فرماتے تھے۔

اور واضح بات ہے کہ خشخشی ڈاڑھی میں نہ بھی ہوتی ہے نہ اس کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو سنوارا جائے اور یہی حال چھوٹی ڈاڑھی کا ہے۔

نیز ان احادیث پر جو ہم نے شروع کتاب میں بیان کی ہیں ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ جن احادیث میں مشرکین کی مخالفت کا حکم ہے ان میں مونچھیں پست کرانے کا اور ڈاڑھی کو معاف رکھنے کا (ہاتھ نہ لگانے کا) حکم ہے اس سے ڈاڑھی خشخشی کرانے کی ممانعت صراحتاً نکل آتی ہے۔ اسی طرح جن احادیث میں مجوس کی مخالفت کا ذکر ہے ان میں مونچھ کترانے اور ڈاڑھی لٹکانے کا حکم ہے اور ظاہر ہے خشخشی ڈاڑھی میں لٹکانا نہیں پایا جاتا اس لئے وہ بھی ممنوع ہے۔

ڈاڑھی خشخشی کرانے والے کو امام بنانا کیسا ہے؟

امامت کا منصب بہت عظیم ہے ڈاڑھی جیسی عظیم الشان سنت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا اور مقدار مسنونہ کی رعایت نہ کرنا منصب امامت کے بالکل خلاف ہے ڈاڑھی مونڈنا یا خشخشی کرنا علانیہ فسق کی علامت ہے، ایسا

شخص فاسق مُعلن ہے اس لئے امام صاحب پر لازم ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور مقدامسنونہ کے مطابق ڈاڑھی رکھیں، اگر وہ اپنی اس حرکت کو نہ چھوڑیں تو ان کی امامت مکروہ ہے ایسے شخص کو امامت کے عظیم منصب پر قائم نہ رکھا جائے معزول کر دیا جائے، شامی میں ہے:

واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتم لامردینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً (شامی ۱/۵۳۳ باب الامامة) یعنی فاسق کو نماز میں امام نہ بنانے کی علت (دلیل) علماء نے یہ بیان کی ہے کہ وہ دینی امور کا اہتمام نہیں کرتا، اور ایسے شخص کو امام بنانے میں اس کی تعظیم لازم آتی ہے، حالانکہ شرعاً وہ اہانت کے قابل ہے۔

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: امام متقی پر ہیزگار ظاہر میں گناہ اور برائی سے پاک ہونا چاہئے حدیث شریف میں ہے وقد ورد عن ابن عمرؓ مرفوعاً اجعلوا ائمتکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم رواہ البیہقی بسند ضعیف وفی روایة ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم علمائکم فانهم وفدکم، فیما بینکم و بین ربکم رواہ الطبرانی وفی روایة الحاکم فلیؤمکم خیارکم وسکت عنه یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نماز درجہ مقبولیت کو پہنچے تو تم میں جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہو وہ تمہارا امام بنے کہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان بطور قاصد ہے (شرح نقیہ ج ۱ ص ۸۶ الی قولہ) حدیث شریف میں ہے لایؤم فاجر مؤمن یعنی فاسق و فاجر کسی مؤمن کا امام نہ بنے (ابن ماجہ) ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ اور اس کو امام بنانا گناہ ہے، کبیری میں ہے لو قدموا فاسقیا ئئمون یعنی اگر فاسق کو امام بنائیں تو گنہگار ہوں گے۔ (کبیری ص ۷۹) ڈاڑھی ایک مشتم رکھنا ضروری ہے شارح مشکوٰۃ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

کہ ”وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است“ یعنی ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے (اشعة اللمعات ج ۱ ص ۲۸۸)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں ”تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است“ (ملا بدمنه ص ۱۳۰) لہذا ڈاڑھی منڈوانا یا اتنی کتر وانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے اس لحاظ سے بھی یہ امام فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے لہذا ایسے فاسق (بدکار) امام کو معزول کرنا ضروری ہے متولی ایسے امام کو علیحدہ نہ کرے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھے۔ کوئی اور مجبوندہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے نماز پڑھ لے، (حدیث میں ہے صلوا خلف کل برو فاجرو، ہدایہ اولین ج ۱ ص ۱۰۱) کیونکہ جماعت کا ترک کرنا بھی درست نہیں ہے، جماعت کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، علماء نے جماعت سے نماز پڑھنے کو واجب بھی کہا ہے لہذا جماعت ترک نہ کرے، البتہ اس امام کو علیحدہ کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۵ و ۱۷۶ ج ۱، نیز ج ۳ ص ۳۵۰)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔ سوال زید کی ڈاڑھی کٹی ہوئی ہے بمقدار ایک دو انگل کے باقی ہے پوری چار انگل نہیں ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: در مختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا حرام ہے، واما قطعها وہی دونہا فلم یُبحۃ احد، اور نیز در مختار میں ہے ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے اگرچہ بنکم صلوا خلف کل برو فاجرو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہئے لان فی امامتہ تعظیمہ وتعظیم الفاسق حرام، (شامی) فقط (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ج ۳ ص ۱۸۱ باب الامتہ) فقط

واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۷ ص ۲۷۳ تا ۲۷۵)

خلاف سنت ڈاڑھی رکھنے والے حافظ کی امامت

سوال: ڈاڑھی کترے حافظ کے پیچھے نماز، خواہ تراویح ہو، کیا حکم ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی کی خاص اہمیت نہیں ہے۔

الجواب: بصورت مسئلہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، ڈاڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا جائز و حرام ہے ڈاڑھی کتر حافظ بے شک فاسق و فاجر ہے جب تک کہ اس فعل سے توبہ نہ کرے، نیز مکروہ تحریمی پر عمل کرنا عملاً حرام ہے، جو شخص ڈاڑھی ایک مشت سے کم کراتا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، ڈاڑھی ایک مشت رکھنے پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے شامی، فتاویٰ عالمگیری اور فقہ کی دوسری کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے،

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۱۲۳)

ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کر لی تو بھی ڈاڑھی

پوری ہونے تک اس کی امامت مکروہ ہے

سوال: ایک آدمی ڈاڑھی منڈواتا ہے اب اس نے سچے دل سے توبہ کر لی ہے اور اس نے ڈاڑھی چھوڑنے کا عزم کر لیا ہے کیا اس حالت میں جبکہ وہ توبہ کر چکا ہے مگر ڈاڑھی بڑھی نہیں ہے اور نہ جلدی ڈاڑھی اگنا اس کے بس کی بات ہے آیا اس کے امام بننے میں کراہت ہوگی؟ بینوا تو جروں

الجواب باسم ملہم الصواب

توبہ کے باوجود ایسے شخص کی امامت دو وجہ سے مکروہ ہے ایک یہ کہ اس پر تاحال اثر صلاح نمایاں نہیں ہوا یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آئندہ اس کبیرہ

سے احتراز کا اہتمام کرے گا یا نہیں؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو توبہ کا علم نہیں ان کو مغالطہ ہو گا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ فاسق نماز پڑھا رہا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۶۲)

جو حافظ صرف رمضان میں ڈاڑھی رکھے اس کی امامت کا حکم جو حافظ ڈاڑھی منڈاتے یا کتراتے ہوں وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب اور فاسق ہیں تراویح میں بھی ان کی امامت جائز نہیں، اور ان کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے (یعنی عملاً حرام ہے) اور جو حافظ صرف رمضان المبارک میں ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں اور بعد میں صاف کر دیتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے ایسے شخص کو فرض نماز اور تراویح میں امام بنانے والے بھی فاسق اور گنہگار ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۷ ص ۹۸)

دوران حج ڈاڑھی رکھ لینا اور بعد میں صاف کر دینا

جو حضرات سفر حج کے دوران یا حج سے واپس اگر ڈاڑھی منڈاتے یا کتراتے ہیں ان کی حالت عام لوگوں سے زیادہ قابل رحم ہے، اس لئے کہ خدا کے گھر میں بھی کبیرہ گناہ سے باز نہیں آتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی حج مقبول ہوتا ہے جو گناہوں سے پاک ہو۔ اور بعض اکابر نے حج مقبول کی علامت یہ لکھی ہے کہ حج سے آدمی کی زندگی میں دینی انقلاب آجائے یعنی وہ حج کے بعد طاعات کی پابندی اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنے لگے۔ جس شخص کی زندگی میں حج سے کوئی تغیر نہیں آیا، اگر پہلے فرائض کا تارک تھا تو اب بھی ہے، اور اگر پہلے کبیرہ گناہوں میں مبتلا تھا تو حج کے بعد بھی بدستور گناہوں میں ملوث ہے ایسے شخص کا حج درحقیقت حج نہیں محض سیر و تفریح اور چلت پھرت ہے، گو فقہی طور پر اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ لیکن حج کے

ثواب اور برکات اور ثمرات سے وہ محروم رہے گا کتنی حسرت و افسوس کا مقام ہے کہ آدمی ہزاروں روپے کے مصارف بھی اٹھائے اور سفر کی مشقتیں بھی برداشت کرے اس کے باوجود اسے گناہوں سے توبہ کی توفیق نہ ہو۔ اور جیسا گیا تھا ویسا ہی خالی ہاتھ واپس آجائے۔ اگر کوئی شخص سفر حج کے دوران زنا اور چوری کا ارتکاب کرے اور اسے اپنے اس فعل پر ندامت بھی نہ ہو اور نہ اس سے توبہ کرے تو ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ اس کا حج کیسا ہوگا؟ ڈاڑھی منڈانے کا کبیرہ گناہ ایک اعتبار سے چوری اور بدکاری سے بھی بدتر ہے کہ وہ وقتی گناہ ہیں، لیکن ڈاڑھی منڈانے کا گناہ چوبیس گھنٹے کا گناہ ہے آدمی ڈاڑھی منڈا کر نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، حج کا احرام باندھے ہوئے ہے، لیکن اس کی منڈی ہوئی ڈاڑھی عین نماز، روزہ اور حج کے دوران بھی آنحضرت ﷺ کی زبان سے اس پر لعنت بھیج رہی ہے، اور وہ عین عبادت کے دوران بھی حرام کا مرتکب ہے۔ حضرت شیخ قطب العالم مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مدنی نور اللہ مرقدہ اپنے رسالہ ”ڈاڑھی کا وجوب“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”مجھے ایسے لوگوں کو (جو ڈاڑھی منڈاتے ہیں) دیکھ کر یہ خیال ہوتا تھا کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اور اس حالت میں (جب ڈاڑھی منڈی ہوئی ہو) اگر موت واقع ہوئی تو قبر میں سب سے پہلے سید الرسل ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت ہوگی تو کس منہ سے چہرہ انور کا سامنا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی بار بار یہ خیال آتا تھا کہ گناہ کبیرہ: زنا، لواطت، شراب نوشی، سود خوری وغیرہ تو بہت ہیں مگر وہ سب وقتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لا یزنی الزانی و هو مومن الخ۔ یعنی جب زنا کار زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مؤمن نہیں ہوتا۔

مطلب اس حدیث کا مشائخ نے یہ لکھا ہے کہ زنا کے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے لیکن زنا کے بعد وہ نور ایمانی مسلمان کے پاس واپس

آجاتا ہے مگر قطع لمحیہ (ڈاڑھی منڈانا اور کترانا) ایسا گناہ ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے نماز پڑھتا ہے تو بھی یہ گناہ ساتھ ہے، روزہ کی حالت میں، حج کی حالت میں غرض ہر عبادت کے وقت یہ گناہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے“

(ڈاڑھی کا وجوب ص ۴)

پس جو حضرات حج و زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ خدا اور رسول اللہ ﷺ کی پاک بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلے اپنی مسخ شدہ شکلیں درست کریں اور اس گناہ سے سچی توبہ کریں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے اس فعل حرام سے بچنے کا عزم کریں، ورنہ خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ شیخ سعدی کے اس شعر کے مصداق بن جائیں۔

خر عیسیٰ اگر بہ مکہ رود چو بیاید ہنوز خر باشد
(عیسیٰ کا گدھا اگر مکے بھی چلا جائے، جب واپس آئے گا تب بھی گدھا ہی رہے گا)

انہیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ وہ روضہ اطہر پر سلام پیش کرنے کے لئے کس منہ سے حاضر ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کو ان کی بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر کتنی اذیت ہوگی؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۷ ص ۱۰۰)

آزاد روی دین کے لئے سنگ راہ بن جاتی ہے۔

اب آخری گزارش یہ ہے کہ تجربہ شاہد ہے کہ آزاد طبیعتیں جس فیشن کو بھی اختیار کر لیتی ہیں، خواہ شرعاً اور عقلاً وہ کتنی ہی بری ہو، اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتیں بلکہ اس کی خوبیاں ثابت کرنے میں اتنا زور لگاتی ہیں کہ خلاف کہنے والے کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

لیکن میں اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ آزادی طبع آپ کے

لئے وبال جان بن جائے گی اور کل جب وقت ہاتھ سے نکل جائے گا تو پھر
واویلا کرو گے اور کہو گے کہ

ع اے روشنی طبع تو برسن بلا شدی!

خدا راتھوڑی دیر کے لئے عارضی خیالات سے خالی الذہن ہو کر اپنے
نظام حیات پر غور کرو۔ اللہ پاک نے رسول اللہ ﷺ کی امت کو خیر الامم فرمایا
ہے۔ مومن خواہ کتنا ہی بڑا فاسق و فاجر کیوں نہ ہو، اللہ پاک کے رسول کی
محبت کا کچھ نہ کچھ حصہ اسے ضرور ملا ہوا ہوتا ہے، امید ہے کہ آپ کو دین کی
اور رسول اللہ ﷺ کے لئے ہوئے نظام حیات کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے گی،
اور اللہ تعالیٰ آپ کو بنی امی ﷺ کے دین پر عمل کی توفیق سے نوازے گا۔

اور یہ بات آپ کے لئے شخصی اور قومی دونوں حیثیت سے مفید ہی
ثابت ہوگی، کیونکہ اللہ پاک جل شانہ اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے
بغیر بکھری ہوئی امت کی شیرازہ بندی کی اور کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔

طاعتے سرمایہ جمعیتے ربط اور اوراق کتاب ملتے

(حمدہ تعالیٰ کتاب تمام ہوئی)

مصنف کی کتابیں

مفتاح التہذیب شرح تہذیب

آپ فتویٰ کیسے دیں؟

محفوظات حصہ اول و دوم و سوم

حیات امام طحاوی رحمہ اللہ

حیات امام ابوداؤد و مجتہدانی

مبادیات فقہ

اسلام تغیر پذیر دنیا میں

تفسیر ہدایت القرآن

پارہ ۳۰ء و ۱ تا ۱۵ء

اشاک کی کتابیں

فتاویٰ رحیمیہ کامل

جلد اول تا جلد دہم

اصلاح معاشرہ

آداب اذان و اقامت

فیض المعتم شرح مقدمہ مسلم شریف

مفتاح العوال شرح شرح مائۃ عامل

رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجتہ اللہ البالغہ
حصہ اول، دوم، سوم، چہارم

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

العون الکبیر شرح الفوز الکبیر

ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں

تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر

مبادی الفلسفہ

حرمت مصاہرت

کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟

آسان نحو حصہ اول و دوم

آسان صرف حصہ اول و دوم

آسان منطق

معین الفلسفہ

کمپیوٹر کتابت: روشن کمپیوٹرز، محلہ اندرون کوٹلہ دیوبند Ph. 222086

Custom Scan



Input

Scanner: Panasonic KX-MB2010SX ▼

Options...

Sides: Both Sides ▼

Color Mode: Autodetect ▼

Resolution: 300 DPI ▼

Paper Size: Custom ▼

Width: 142 mm Height: 215 mm

☒ Prompt for scanning more pages

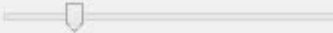
Output

☒ New PDF Document☐ Multiple files More Options...☐ Append to existing file or portfolio

Select: C:\Users\Muhammad\Desktop\Darhi / ▼

Browse

Document Settings

☒ Optimize Scanned PDFSmall Size  High Quality

Options...

☐ Make Searchable (Run OCR) Options...☐ Make PDF/A-1b compliant ☐ Add Metadata

Help

Defaults

Scan

Cancel